حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سو قصے

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۲۸۳

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

کے

۱۰۰ سو قصّے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سو قصے

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۲۸۳

کتاب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ۱۰۰ قصے
مؤلف مولانا محمد اویس سرور
باہتمام مولانا محمد ناظم اشرف
ناشر بیت العلوم۔۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: 042-7352483

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی
بک سنٹر = 32 حیدر روڈ راولپنڈی

فہرست

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
	مقدمہ	
۱	مختصر حالات زندگی	۱۱
۲	نام ونسب	۱۷
۳	اسلامی تربیت کا حصول	۱۷
۴	غزوات میں شرکت	۱۸
۵	عہد فاروقی اور ابن عمرؓ	۱۹
۶	عہد عثمانی اور ابن عمرؓ	۲۰
۷	حضرت ابن عمرؓ کی علمی شان	۲۲
۸	احادیث بیان کرنے میں احتیاط	۲۲
۹	حضرت ابن عمرؓ بحیثیت فقیہ	۲۳
۱۰	لباس	۲۴
۱۱	حلیہ	۲۴
۱۲	انتقال پر ملال	۲۵
۱۳	ازواج واولاد	۲۵
۱۴	تقدیر کے بارے میں سوال	۲۶
۱۵	اللہ کے لئے بغض	۲۶
۱۶	غلام کی امامت	۲۷
۱۷	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آہِ سحر گاہی	۲۷
۱۸	سورۂ اخلاص، تہائی قرآن کے برابر	۲۸
۱۹	حضرت ابن عمرؓ کا خوف آخرت	۲۸

۲۰	علوم شرعیہ کا خلاصہ، چند الفاظ میں	۲۹
۲۱	علمی امانت کا تقاضا، اظہار لاعلمی	۲۹
۲۲	چونتیس مہینے	۲۹
۲۳	حضرت ابن عمرؓ کی گہری سوچ	۳۰
۲۴	اجر وثواب کے قیراط	۳۰
۲۵	حضرت ابن عمرؓ کے آنسو	۳۱
۲٦	حضرت عبداللہؓ کی بیٹی کے نکاح کا قصہ	۳۱
۲۷	خوف خدا سے چشمہ صد سنگ ابلتے دیکھا	۳۲
۲۸	حضرت ابن عمرؓ کی ایک دعا	۳۳
۲۹	رخصت کرنے کا سنت طریقہ	۳۴
۳۰	ایک ویران جگہ سے گزر	۳۴
۳۱	مرنے کے بعد ابو جہل کی حالت	۳۵
۳۲	شیر کی گردن پر ابن عمرؓ کا تھپڑ	۳۵
۳۳	خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت	۳٦
۳۴	حضرت ابن عمرؓ کا زہد	۳٦
۳۵	حضورؐ حضرت ابن عمرؓ کا اکرام کرتے ہیں	۳۷
۳٦	مجلس امیر کے آداب	۳۷
۳۷	نفاق کی ایک صورت	۳۸
۳۸	حضرت عمرؓ کے آخری لمحات	۳۸
۳۹	مصر کے سفر کا ایک واقعہ	۴۰
۴۰	والد محترم کی معیت میں	۴۱
۴۱	دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا	۴۲

۴۲	حضرت ابن عمرؓ کی تواضع	۴۲
۴۳	راہ وفا میں اہل دل............	۴۲
۴۴	دست مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ	۴۳
۴۵	جنگ یمامہ کا ایک واقعہ	۴۴
۴۶	کرتے کی گھنڈیاں	۴۶
۴۷	حکم الٰہی کی اطاعت کا جذبہ	۴۶
۴۸	محبوب ترین اموال کا صدقہ	۴۶
۴۹	مال کا فتنہ	۴۸
۵۰	مچھلی کھانے کی خواہش	۴۸
۵۱	سو اونٹنیوں کا صدقہ	۴۹
۵۲	انگور کا خوشہ	۴۹
۵۳	حضرت ابن عمرؓ کے روزے	۵۰
۵۴	اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ	۵۰
۵۵	یتیموں کا خیال	۵۰
۵۶	کھانا نہ کھانے کی انوکھی وجہ	۵۱
۵۷	نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز	۵۲
۵۸	ثرید کا پیالہ	۵۲
۵۹	مسکینوں سے محبت	۵۳
۶۰	حضرت ابن عمرؓ کی فرمانبرداری	۵۳
۶۱	آخرت کا نفع	۵۳
۶۲	دس ہزار درہم کا صدقہ	۵۳
۶۳	حضرت ابن عمرؓ اور اتباع رسولؐ	۵۵

۶۴	حضرت عبداللہؓ کے اونٹ	۵۶
۶۵	مکاتب غلام	۵۷
۶۶	دنیا کی آلائشوں سے اجتناب	۵۷
۶۷	حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت ابن عمرؓ کو نصیحت	۵۸
۶۸	حضرت ابن عمرؓ کا سالن	۵۹
۶۹	دوسرے مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح	۶۰
۷۰	شکم سیری سے اجتناب	۶۱
۷۱	کھانا ہضم کرنے کی دوا	۶۱
۷۲	کھانے کی خواہش اور حضرت عمرؓ کی تنبیہ	۶۲
۷۳	ابن عمرؓ کی بیٹے کو نصیحت	۶۲
۷۴	ابن عمرؓ کی حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت	۶۳
۷۵	حضرت ابن عمرؓ کے بچپن کا ایک واقعہ	۶۳
۷۶	حضرت ابن عمرؓ کا شوق جہاد	۶۴
۷۷	اتباع سنت کا اہتمام	۶۵
۷۸	فتح مکہ کے موقع پر............!	۶۵
۷۹	صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان	۶۶
۸۰	حضرت عمرؓ کی جانشینی	۶۶
۸۱	حضرت ابن عمرؓ کی وسعت علمی	۶۷
۸۲	ناسخ ومنسوخ کے عالم	۶۸
۸۳	امیر کی اطاعت	۶۸
۸۴	حضرت ابن عمرؓ اور کثرت اسلام	۶۹
۸۵	حضرت ابن عمرؓ کا انداز تعلیم	۷۰

۸۶	فتوی دینے میں احتیاط	۷۰
۸۷	حضرت ابن عمرؓ کی خشیت وخوف خدا	۷۱
۸۸	واقف ہوا گر لذت بیداری شب سے	۷۲
۸۹	تیرے نقش پا کی تلاش میں	۷۳
۹۰	رجل صالح کی سند	۷۴
۹۱	تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے......	۷۵
۹۲	حضرت ابن عمرؓ کی دعا	۷۵
۹۳	بہترین نمونہ	۷۶
۹۴	مشتبہات سے اجتناب	۷۷
۹۵	صدقہ کا غلام	۷۸
۹۶	پھولدار فرش سے نفرت	۷۸
۹۷	نقش ونگار سے اجتناب	۷۸
۹۸	محبوب اموال کا صدقہ	۷۸
۹۹	محتاجوں کی اعانت	۷۹
۱۰۰	حضرت ابن عمرؓ کی فیاضی وسیر چشمی	۸۰
۱۰۱	مہمانی، تین دن ہوتی ہے	۸۱
۱۰۲	باپ کے احباب سے صلہ رحمی	۸۱
۱۰۳	اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے	۸۲
۱۰۴	اہل بیت سے محبت	۸۲
۱۰۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منسوبات سے محبت	۸۲
۱۰۶	چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا	۸۳
۱۰۷	حقوق انسانیت کا احترام	۸۴

۱۰۸	ابن عمرؓ کے اخلاق کریمانہ	۸۵
۱۰۹	لوگوں کی حضرت ابن عمرؓ سے محبت	۸۶
۱۱۰	اہل مدینہ کی دعوت	۸۶
۱۱۱	خط لکھنے کا مسنون طریقہ	۸۷
۱۱۲	ابن عمرؓ کی اپنے بیٹے سے ناراضگی	۸۷
۱۱۳	حضرت ابن عمرؓ کی فراست وحاضر جوابی	۸۹
۱۱۴	حضرت ابن عمرؓ کے معمولاتِ یومیہ	۸۹
۱۱۵	شاگردوں کی اصلاح کا اہتمام	۹۰
۱۱۶	حضرت ابن مسعودؓ سے تعلق خاطر	۹۰
۱۱۷	اہل یمن کی ایک فضیلت	۹۱
۱۱۸	اکابرین سے قلبی تعلق وعقیدت	۹۱
۱۱۹	حضرت عمرؓ کا کرتہ	۹۲
۱۲۰	سفر آخرت	۹۲
۱۲۱	فہرس المراجع	۹۶

مقدمہ

﴿ان الحمد لله رب العالمين، نحمده و نستعينه و نستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و نشهد ان محمد اعبده ورسوله.

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا.﴾

حمد وصلوۃ کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی راہ نمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجہ میں انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادت دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے مقصد بعثت کو اس تعبیر قرآنی کے ساتھ واضح کر دیا:

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْأُمِّيِّيْنَ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۃ الجمعۃ:۲)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے''

لہٰذا لوگوں کو توحید و عبادت الٰہی کی طرف دعوت دینا، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا، مزاج انسانی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہر چیز کا قلع قمع کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کو اپنا اوڑھا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لئے جدوجہد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للّٰہیت سے بھرپر محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر ﷺ کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپہ چپہ تک پیغام حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کی نگاہ پر انوار نے ان مقدس ہستیوں میں وہ بجلیاں بھر دی تھیں کہ قیصر و کسریٰ کے بالا خانوں میں ان کا رعب اور ہیبت محسوس کی جا سکتی تھی۔

اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔ یہ حضرات اپنے تن من دھن کو اللہ کے دین کے لئے لٹاتے رہے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمد ﷺ کے ساتھی ایسے جانثار اور وفادار ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو ایسے ساتھی میسر نہیں آئے۔ ان حضرات کی محنت و برکت سے اسلام ایک ایسا دریا ثابت ہوا جس سے اٹھنے والی موج تند جولاں سے نہنگوں کے نشیمن تہ و بالا ہو گئے۔

جونہی ایمان نے ان کے قلوب میں جگہ پکڑی یہ خدائے وحدہ لاشریک لہ پر یقین محکم کی

نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے نغمے گونجنے لگے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''

ایک جگہ یوں عدالت و عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعلان ہوتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ (الحجرات:۷)

''لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو ایک محبوب چیز بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کردیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں''

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (الفتح: ۲۹)

''محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے

حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو
دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل
اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کی وجہ سے
ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف
تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں"

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لئے اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنانا اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہیں کہ ہم حکمت صدیق اکبر، پختگی فاروق، حیاء عثمان، علم علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، سیاست معاویہ، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، تفقہ ابن مسعود، توکل ابوہریرہ، زہد ابی ذر، سخاوت عبدالرحمٰن، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق حذیفہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنانے کے لئے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات و سیرت کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے خلفاء، علماء قضاۃ، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نور ایمانی سے روشن، جن کی جبیں سجود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے معمور اور جن کے اعضاء اطاعت الٰہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم﴾

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی
اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"

زیر نظر کتاب بھی اس کاروانِ علم و آگہی کے ایک فرد مبارک کے تذکرہ پر مشتمل ہے،

جن کا نام نامی ''عبداللہ بن عمر'' رضی اللہ عنہ ہے۔ حضور ﷺ کے افعال واقوال کی اتباع کا کثیر حصہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دامن نصیب میں آیا جس کی وجہ سے آپ ''اتبع الصحابة بالسنة'' (صحابہ میں سب سے زیادہ سنت کی پیروی کرنے والے) کے لقب سے ملقب ہیں۔ آپؓ علم تفسیر وحدیث میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے، علم فقہ میں تعمق کا یہ عالم تھا کہ بہت سے اکابر صحابہ وتابعین پیچیدہ مسائل میں آپ کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ فقہ مالکی جو کہ اس وقت دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج ہے اس کی بہت سی روایات اور مسائل کا دارومدار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیمات پر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ممتاز شاگرد حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ چار مہینے میں تفسیر وتاویل کے ساتھ پڑھی ہے''

ابن سیرین کا قول ہے:

''صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مناسک حج کے سب سے بڑے
عالم حضرت عثمان اور ان کے بعد ابن عمر ہیں''

میمون بن مہران جب ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرتے تو فرماتے:

''ابن عمر تقویٰ میں اور ابن عباس علم میں آگے ہیں''

عمر بن دینار کہتے ہیں:

''ابن عمر نوجوان فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے''

ابن سیرین کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! تو جب تک ابن عمر کو زندہ رکھے مجھے بھی زندہ رکھ
تا کہ میں ان کی اقتداء کرتا رہوں''

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ:

''ہم لوگوں میں ابن عمر سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا کوئی نہیں ہے''

شعبی کہتے ہیں:

''اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا تو ابن عمر کے بارے میں دیتا''

اس کتاب میں علم وعمل کے عظیم پیکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ سے منتخب کردہ سو قصوں کو حدیث وسیر کی مستند ترین کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔ اس میں ان تمام پہلوؤں کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی گئی جو کسی نہ کسی انداز میں پڑھنے والوں کے دل پر دستک دیں اور عمل کے جذبہ کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ مرتب کی طرف سے کوئی کوتاہی سامنے آئے تو ایک طالب علم کی لغزش قلم سمجھ کر اسے معاف فرمائیں اور اگر کوئی بات فائدہ دے جائے اور عمل صالح کا ذریعہ بن جائے تو راقم کی انتہائے تمنا یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں، اللہ ہماری زندگی سے باطل لوگوں کے باطل طریقے نکال دے اور سچے لوگوں کے نورانی طریقوں کو ہماری زندگی میں زندہ کردے............

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اللہ تعالیٰ بیت العلوم کے ارباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے واقعاتی طرز تحریر پر مشتمل سیرت نگاریوں کا ایک بہت عمدہ سلسلہ شروع کیا ہے، بیت العلوم سے اب تک بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سو سو قصے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اشاعت خلفائے راشدین کے قصوں سے شروع ہوئی تھی لیکن قارئین کی پسندیدگی کے پیش نظر اب یہ سلسلہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی تمام دینی واصلاحی کاوشوں کو قبول فرمائے اور دین وعلم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے

یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

محمد اویس سرور

فاضل ومدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر حالات زندگی

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، آبائی سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ ماں کا نام زینب تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصین۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں جو ۳ھ میں پیش آیا، چودہ برس کے تھے، اس حساب سے ان کی پیدائش کا تخمینی زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے اور ۶ھ نبوی میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمر کا سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا۔

اسلامی تربیت کا حصول:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے درو دیوار پر اسلام کو پرتو فگن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن میں ان کی نشو ونما ہوئی بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا تھا، جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب پر گھر کے کمسن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہیں جن غیر معتبر راویوں نے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے۔ درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے، صحیح

بخاری میں خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوئے تو میں چھوٹا بچہ تھا، ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ حرکت نگاہ نہیں رکھتا، جو اس زمانہ میں اس کو کسی کے بذات خود ردوقبول پر آمادہ کر سکے۔

انوار اسلام کی چمک کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ظلم وطغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کا خاندان بھی ان کی ستم گریوں سے محفوظ نہ رہا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔

غزوات میں شرکت:

ہجرت کے بعد حق و باطل کی پہلی آویزش غزوہ بدر ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کل عمر ۱۳ سال کی تھی، تاہم جانبازی کے شوق میں شرکت کی درخواست کی، صغیر السن ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمائی۔

اس کے ایک سال بعد دوسرا معرکہ احد میں ہوا۔ اس میں بھی انہوں نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ سال سے متجاوز نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہوگئی۔ احد کے دو سال بعد ۵ھ غزوہ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی چنانچہ وہ سب سے پہلا معرکہ ہے جس میں ان کو سرکار رسالت سے شرکت کی اجازت ملی۔

اس کے بعد غزوہ خیبر میں بھی وہ مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال وحرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہیں۔

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی صف آرا تھے، چنانچہ حنین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ جب ہم غزوہ حنین سے لوٹے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعتکاف کی نذر کے متعلق پوچھا جو جاہلیت کے زمانہ میں پالی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورا کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ میں بھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش پیش تھے، چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے کہ جب محاصرہ میں مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جائیں

گے، یہ ارشاد لوگوں پر گراں گذرا انہوں نے عرض کیا، کیا بغیر فتح کئے ہوئے لوٹ چلیں؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑلو، چنانچہ دوسرے دن لڑے اور فتح کے بجائے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائیں گے، اس مرتبہ لوگوں نے بخوشی منظور کرلیا، اس پر آپ مسکرا دیئے۔

حجۃ الوداع آنحضرت ﷺ کا آخری حج تھا، اس میں مسلمانوں کا جم غفیر آپ کے ہمرکاب تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس شرف میں شریک تھے، چنانچہ حجۃ الوداع کے واقعات میں ان کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال منڈائے تھے اور بعضوں نے صرف ترشوانے پر اکتفا کیا تھا۔

۹ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لئے تبوک کا رخ کیا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں بھی شریک تھے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ حجر کی طرف گذرے تو فرمایا ان لوگوں کے مسکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے (خدا کی نافرمانی کرکے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے، اگر گذرنا ہے تو خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ۔

غرض غزوہ خندق سے لیکر آخر تک آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایسی بڑی مہم نہ تھی جس میں انہوں نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی تھی۔

عہد فاروقی اور ابن عمرؓ:

عہد فاروقی کی بعض فتوحات شریک رہے لیکن محض ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے۔ نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہاوند کی جنگ میں شریک ہوئے اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کو دھاگے میں پروکر دوا میں پکاتے تھے، جب اس میں پیاز کا مزہ آجاتا تھا تو اس کو نکال کے دوا پی لیتے تھے، شام اور مصر کی فتوحات میں بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے لیکن ان فتوحات میں ان کا کوئی نمایاں کارنامہ نہیں ہے اور اس زمانہ میں سلطنت کے انتظامی امور میں بھی انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے

عزیزوں کو اس میں پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہاں امت کے نفع ونقصان کا کوئی سوال پیش آجاتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت آخر ہوا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں یہ جرات تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہوں، میں پہنچا تو پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرات کر کے عرض کی کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گذار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے، فرض کریں کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو ریوڑ کا کیا حشر ہوگا؟ اسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کر جاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامزد کر گئے تھے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنائیں گے چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا، جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔

عہد عثمانی اور ابن عمرؓ:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ میں نظر آتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب میں عبداللہ بحیثیت مشیر شریک ہوں، مگر صرف مشورہ دے سکتے ہیں خلیفہ نہیں نامزد

کئے جاسکتے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ان کو ملکی معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضاء کا عہدہ پیش کیا، انہوں نے معذرت کر دی کہ ''میں نہ دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اور نہ دو شخصوں کی امامت کرتا ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے، دوسرا عالم مائل الی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے اور صحیح رائے قائم کرتا ہے اس کے لئے نہ عذاب ہے نہ ثواب'' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے باپ تو فیصلے کرتے تھے، بولے یہ صحیح ہے، لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات میں دشواری پیش آتی تھی تو آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ کو دشواری ہوتی تھی تو جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرماتے تھے میں کس طرف رجوع کرونگا؟ کیا آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ جس خدا کی پناہ مانگی اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس لئے خدارا مجھ کو کہیں کا عامل نہ بنایئے ان کے انکار پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ اصرار نہیں کیا، البتہ یہ عہد لے لیا کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔

مگر ملکی انتظام سے اس کنارہ کشی کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے چنانچہ ۲۷ھ میں، افریقہ (تیونس) الجزائر، مراکش، کی مہم میں شریک ہوئے، پھر ۳۰ھ میں خراساں اور طبرستان کے معرکوں میں سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے، جب فتنہ و فساد شروع ہوا تو بالکل کنارہ کش ہو گئے اور پھر کسی چیز میں حصہ نہ لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہیں ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہیں فرمایا، جہاں تک میرے امکان میں ہے اپنے لئے ایک مچھر کے برابر بھی خون نہ بہنے دونگا، لوگوں نے دھمکی دی کہ آپ اس بار گراں کو نہیں سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے لیکن انہوں نے اس دھمکی کی بھی مطلق پرواہ نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنوں کا مرکز بن گیا تھا خود کو بچائے رکھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی علمی شان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت، آپکی بارگاہ کی دائمی حاضر باشی، سفر وحضر کی ہمرکابی، فاروق اعظم کی تعلیم وتربیت اور خود ان کی تلاش وجستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے کراں تھے، آپکا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا، جو علم وعمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے۔

احادیث بیان کرنے میں احتیاط:

اس فضل وکمال، اس وسعت علم اور اس دقت نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے میں حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہیں کہ صحابہ کی جماعت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث میں کمی وبیشی سے بہت ڈرتے تھے۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں کمی وزیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے۔

سعید اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حدیث نبوی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہیں گذرا، اس لئے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے۔

مجاہد کا بیان ہے کہ مدینہ کے راستہ میں میرا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہوا، اس درمیان میں انہوں نے صرف ایک حدیث بیان کی۔

امام شعبی کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا لیکن انہوں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی، اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ روایت حدیث کو برا سمجھتے تھے یا کم بیان کرتے تھے بلکہ بلا ضرورت نہیں بیان کرتے تھے۔

وہ احادیث کو آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں روایت کرنا ضروری سمجھتے اور اس میں تغیر پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ حدیث سنا رہے تھے

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل النافق كشاة من بين

ربیصتین اذا اذااتت ھولاء نطحتھا ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ٹوک دیا کہ یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے ''مثل المنافق بین غنمین'' عبیدہ عمر میں آپ سے بڑے تھے، اس لئے ان کو غیرت آ گئی، بہت برہم ہوئے، ان کے اس بے جا غصہ کا یہ جواب دیا کہ اگر میں نے آنحضرت ﷺ سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا تو نہ تردید کرتا۔

اس احتیاط کی بنا پر اکابر علماء آپکی مرویات کو اتنی قابل اعتماد سمجھتے تھے کہ پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام شعبی فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بہت درست ہوتی تھی، ابن شہاب زھری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسری رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے صداقت اور وثوق میں بہت بڑا درجہ دیا ہے زیادہ تر ان کی ہی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے خادم وشاگرد نافع نے بیان کی ہیں اور ان سے امام مالک نے سنا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں تیس برس رہے پھر امام مالک حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں بارہ برس بیٹھے، اسی طرح مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذھب کہا جاتا ہے اور بجا کہا جاتا ہے کہ:

این سلسلہ از طلائے ناب است   این خانہ تمام آفتاب است

''یہ لڑی سونے کی لڑی ہے اور یہ گھر (ہدایت کا) آفتاب ہے''

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر مسعود، بلال، صہیب، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسے اکابر امت ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ، بحیثیت فقیہ:

حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے کہ اسی پر تشریع اسلامی کا دارومدار ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم وافتاء میں بسر ہوئی۔ مدینہ

کے ان مشہور صاحب فتاویٰ صحابہ ﷺ میں جن کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ ہے ایک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، فقہ مالکی جوائمہ اربعہ میں سے ایک امام، امام مالکؒ کی فقہ ہے، اس کا تمام تر دارومدار حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ پر ہے اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ دین میں تھے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے، کبار کی رائے ہے کہ تنہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال، اسلامی مسائل کے حل کے لئے کافی ہیں۔

لباس:

لباس بہت معمولی پہنتے تھے، عموماً قمیص ازار، اورسیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، چپل پہنتے تھے، ازار نصف پنڈلی تک ہوتا تھا، رنگوں میں زردرنگ استعمال کرتے تھے کہ خود حضور ﷺ کو بھی یہ رنگ پسند تھا، کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانچ سو کی چادراوڑھے دیکھا ہے، انگوٹھی بھی رکھتے تھے، جس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہنتے نہ تھے۔

حلیہ:

شکل وصورت میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے، دراز قامت اور بھاری بھرکم تھے، رنگ گندمی تھا، کندھوں تک کاکلین تھیں، کبھی کبھی مانگ بھی نکالا کرتے تھے، داڑھی بقدر ایک مشت رکھتے تھے، مونچھیں اس قدر گہری کترواتے تھے کہ لبوں کی سفیدی نمایاں ہوجاتی تھی، زرد خضاب کرتے تھے۔

انتقال پر ملال:

۷۴ھ میں تراسی چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جوزہر میں بجھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چبھ گئی یہ زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا اور یہی زخم ان کی موت کا باعث ہوا، وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا، مگر حجاج نے مداخلت کی اور خود بن

نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً ''فخ'' نامی مہاجرین کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

ازواج واولاد:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعدد بیویاں تھیں، جن سے بارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں، ابوبکر، ابوعبیدہ، واقد، عبداللہ، حفصہ اور سودہ بنت ابی عبید کے بطن سے تھے، عبدالرحمٰن ام علقمہ بنت علقمہ کے بطن سے تھے، سالم عبیداللہ ابوسلمہ اور قلابہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھے۔

هيهات لا ياتي الزمان بمثله
ان الزمان بمثله لبخيل

''ناممکن ہے کہ زمانہ ان جیسا شخص لاسکے کیونکہ
زمانہ ان جیسے افراد مہیا کرنے میں بخیل ہے''

(تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: سیر الصحابہ اور اسد الغابۃ تذکرہ ابن عمرؓ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۰۰ قصے

(قصہ ۱) ﴿تقدیر کے بارے میں سوال﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دوست شام کا رہنے والا تھا جس سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراض کرنے لگ گئے ہو خبردار! آئندہ مجھے کبھی خط نہ لکھنا کیونکہ میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ تفسیر ابن کثیر (۲۶۸/۴)

(قصہ ۲) ﴿اللہ کے لئے بغض﴾

حضرت یحییٰ بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لیکن میں تو تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔ اس آدمی نے پوچھا کیوں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیونکہ تم اذان میں گانے کی آواز بناتے ہو اور پھر اذان پر اجرت بھی لیتے ہو۔

حیاۃ الصحابۃ (۱۳۹/۳)

اس واقعہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اذان پر اجرت لینا جائز نہیں۔ ایسی بہت سی روایات کو سامنے رکھ کر کچھ لوگ زمانہ حاضر کی ترتیب پر اشکال کرتے ہیں جس میں امامت و اذان پر اجرت لی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ علماء نے ایسی تمام روایات کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب ائمہ و موذنین کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر ہو۔ اگر بیت المال سے ان حضرات کو مستقل وظیفہ ملتا رہے تو انہیں معاشی دشواریاں لاحق نہ ہوں گی اور انہیں اجرت نہ لینا پڑے گی۔ علماء نے ان حضرات کے لئے اجرت کو صرف اس لئے جائز قرار دیا ہے تا کہ یہ لوگ تجارت یا کاروبار میں مشغول ہونے کے بجائے مکمل دلجوئی کے ساتھ دین کے کام میں مشغول ہو سکیں۔

(قصہ ۳) ﴿غلام کی امامت﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینے کے ایک کنارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین تھی وہاں ایک مسجد میں نماز کھڑی ہونے لگی۔ مسجد کے امام ایک غلام تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں شریک ہونے کے لئے اس مسجد میں داخل ہوئے تو اس غلام نے ان سے کہا آپ آگے تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اس مسجد میں نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس غلام نے نماز پڑھائی۔ حیاۃ الصحابۃ (۱۵۳/۳)

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح نماز میں قبلہ رخ رہنے میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا وہ نماز میں اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں قبلہ رخ رکھنے کا سختی سے اہتمام کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی میں نے انہیں سجدے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! تو میرا سب سے زیادہ محبوب بن جا اور مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنے سے ڈرنے والا بنا دے اور انہیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے بھی سنا اے میرے رب! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں، اس لئے میں کبھی بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰۵/۱)

(قصہ ۴) ﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آہِ سحر گاہی﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو کافی دیر تک نماز پڑھتے پھر پوچھتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آ گیا؟ میں کہتا نہیں، تو پھر نماز پڑھنے لگتے پھر کہتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آ گیا ہے؟ میں کہتا جی ہاں۔ تو بیٹھ کر صبح صادق تک دعا و استغفار میں لگے رہتے۔

محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی رات کو اٹھتے نماز شروع کر دیتے۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰۳/۱)

(قصہ ۵) ﴿سورۂ اخلاص، تہائی قرآن کے برابر﴾

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں ہمارے ہاں ٹھہرا کرتے اور رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ ایک رات صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مجھ سے فرمایا اے ابو غالب! کیا تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہی اچھا ہوا گر تم تہائی قرآن پڑھ لو؟ میں نے کہا صبح ہونے والی ہے میں اتنی دیر میں تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا سورت اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حلیۃ الاولیاء (۳۰۵/۱)

(قصہ ۶) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خوف آخرت﴾

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مروہ پر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی آپس میں ملاقات ہوئی وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں روتے ہوئے رہ گئے، تو ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ صاحب یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ابھی بتا کر گئے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں ڈال دیں گے۔ الترغیب والترھیب (۳۴۵/۴)

اس قصہ سے نہ صرف تکبر کی مذمت اور برائی معلوم ہوتی ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ''مجلسوں کی باتیں'' بھی ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ لوگ جب آپس میں ملتے تھے تو دنیاوی تذکرے اور فضول گوئی میں مشغول نہ ہوتے بلکہ اپنی مجلسوں کو حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ کے ذریعہ ایمان افروز بناتے۔ اسی پر ان کا اجتماع تھا اسی پر ان کی جدائی۔ اللہ تعالیٰ ایسا جذبہ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین

(قصہ ۷) ﴿علوم شرعیہ کا خلاصہ، چند الفاظ میں﴾

حضرت محمد بن ابی قیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ جواب لکھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا ہے۔ علم تو بہت زیادہ ہے میں سارا لکھ کر تمہیں نہیں بھیج سکتا، البتہ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تمہاری اللہ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تمہاری زبان مسلمانوں کی آبرو ریزی سے رکی ہوئی ہو اور تمہاری کمر پر ان کے ناحق خون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا پیٹ ان کے ناحق مال سے خالی ہو اور تم مسلمانوں کی جماعت سے چمٹے ہوئے ہو۔ یعنی فرقہ بازی میں مت پڑو (رائے کا اختلاف دلیل کے ساتھ الگ چیز ہے)

حیاۃ الصحابۃ (۲۰۲/۳)

(قصہ ۸) ﴿علمی امانت کا تقاضا، اظہار لاعلمی﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اولاد کی میراث کے بارے میں پوچھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ کسی نے ان سے کہا آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا ابن عمر سے وہ چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں اس نے کہہ دیا میں نہیں جانتا (ٹھیک تو کیا)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ پوچھنے والا پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ سے کہا ابن عمر سے ایسی چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں تو اس نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۴۴/۴)

(قصہ ۹) ﴿چونتیس مہینے﴾

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مسلسل چونتیس مہینے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ کہہ دیتے میں نہیں جانتا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ

ہماری پشتوں کو جہنم تک جانے کے لئے پل بنانا چاہتے ہیں۔ جامع العلم (۵۴/۲)

(قصہ ۱۰) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گہری سوچ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سوال ہی نہیں سنا اس لئے اس آدمی نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ انہوں نے فرمایا سنا ہے لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ ہم سے جو کچھ پوچھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے اس کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے ہمیں ذرا مہلت دو تا کہ ہم تمہارے سوال کے بارے میں سوچ لیں۔ اگر ہمیں اس کا کوئی جواب سمجھ میں آ گیا تو ہم تمہیں بتا دیں گے اور اگر نہ آیا تو تمہیں بتادیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۶۸/۴)

(قصہ ۱۱) ﴿اجر وثواب کے قیراط﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے مقصورہ والے حضرت خباب رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازے کے ساتھ چلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور پھر دفن تک اس کے پیچھے رہے اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور نماز جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے اس کو احد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا یعنی ایک قیراط اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیا کہ ان سے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آ کر بتاؤ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لیکر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خباب واپس آ گئے اور آ کر بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر وثواب کے بہت سے قیراط کھو دیئے۔

حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمیندارہ کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کاروبار اور تجارت کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں حضور ﷺ کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہو میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضور ﷺ مجھے یا تو کوئی کلمہ اور بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقمہ کھلا دیں اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! واقعی تم ہم سب سے زیادہ حضور ﷺ کو چمٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔ طبقات ابن سعد (۳۲۲/۴)

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

(قصہ ۱۲) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو﴾

حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک تو عرش تک پہنچ کر ہی رکتا ہے اس سے پہلے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور دوسرا زمین آسمان کے درمیان کے خلا کو بھر دیتا ہے وہ ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا آپ نے خود ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی (انہیں اس بات کا غم تھا کہ مجھے اب تک حضور ﷺ کی یہ بات معلوم کیوں نہیں تھی) پھر فرمایا ہمیں ان دونوں کلمات سے بہت تعلق اور محبت ہے۔

حیاۃ الصحابۃ (۳۰۷/۳)

(قصہ ۱۳) ﴿حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کے نکاح کا قصہ﴾

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ

خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرونگا۔ اللہ کی شان وہ مدینہ واپس پہنچ گئے میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا اور آپ کی شان کے مطابق آپ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی پھر حضرت ابن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے کیا اسوقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) حضرت سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انہوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔

(حلیۃ الاولیاء (۳۰۹/۱)، طبقات ابن سعد (۱۶۷/۴))

سبحان اللہ .... کیا خوب انداز معاشرت ہے۔ اگر شادی کو ایسا ہی سادہ بنا دیا جائے اور اس معاملہ میں صحابہ کرام کی سیرت کو سامنے رکھا جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ جب صحابہ کرام کے طرز زندگی کو چھوڑا گیا دین بھی ہاتھ سے گیا، برسوں میں کمائی ہوئی دولت بھی مٹی میں مل گئی اور شادیوں سے برکتیں بھی اٹھ گئیں۔ نہ دین ہاتھ آیا نہ دنیا .... نہ خدا ہی نہ وصال صنم ...... نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

(قصہ ۱۴) ﴿خوف خدا سے چشمہ صد سنگ ابلتے دیکھا﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شاگردوں کے ساتھ تفریح کی غرض سے مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے، کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا گیا تو قریب سے ایک چرواہے نے گذرتے ہوئے سلام کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے کی دعوت دی تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میرا روزہ ہے، فرمایا اس قدر شدید گرمی میں؟ کہنے لگا ''تیزی کے ساتھ زندگی کے ان گذرتے ہوئے دنوں کو اسی طرح قیمتی بنایا جا سکتا

ہے" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے امتحاناً اس سے فرمایا "ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں فروخت کر دیں، ہم آپکو اس کی قیمت بھی ادا کر دیں گے اور افطار کرنے کے لئے گوشت بھی دے دیں گے" مال کی محبت عجب روگ ہے، جسے لگ جائے، بڑی مشکل سے وہ اس سے پناہ حاصل کرتا ہے، یہاں آکر بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگانے لگ جاتے ہیں، دن رات سر بسجود ایسے عابد بھی ہیں کہ جہاں معاملہ دنیا اور مال کا آ گیا، ان کا حب مال ان کے تقوی کو شکست دے گیا، میدان جہاد میں جان ہتھیلی پر رکھ کر سرفروشانہ کارنامے انجام دینے والے ایسے جانباز مجاہد بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کہ جب مال غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ شروع ہوا، اس میں کہیں دین اور دنیا کے تقاضے مختلف ہو گئے اور وہ محبت مال کے قتیل بن گئے، آہ! یہ دنیا کن کن خوبصورتیوں کے ساتھ آتی ہے اور دل کی کائنات پہ چھا جاتی ہے، لیکن عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا وہ چرواہا محبت مال کی زلفوں کا اسیر نہ تھا وہ تقوی کی حقیقی بلندیوں پر تھا، کہنے لگا "یہ بکریاں میری نہیں، آقا کی ہیں" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ایک بکری آقا کو نہ ملی تو وہ کیا بگاڑ سکتا ہے (اس کے گم ہونے کا بہانہ کیا جا سکتا ہے) کہنے لگا "فأين الله" (اللہ کہاں جائیگا) ان کے اس جملے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور بار بار اس کا یہ جملہ دھراتے ہیں "اللہ کہاں جائیگا، اللہ کہاں جائیگا"

مدینہ منورہ واپس ہوئے تو مالک سے وہ غلام چرواہا اور تمام بکریاں خریدیں، غلام کو آزاد کیا اور بکریاں اسے ہبہ کیں۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۳ص:۲۲۸)

(قصہ ۱۵) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دعا﴾

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی اس نے سنا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سلام کے بعد یہ دعا پڑھ رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ.

"اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے تیری ہی جانب سے سلامتی

نصیب ہوتی ہے تو بہت برکت والا ہے اے عظمت وجلال والے اور
اکرام واحسان والے“

پھر اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو اس نے انہیں بھی سلام کے بعد یہی دعا پڑھتے ہوئے سنا تو وہ ہنس پڑا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا میاں کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تھی تو ان کو بھی یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دعا پڑھتے تھے“ حیاۃ الصحابۃ (۲۷۳/۳)

(قصہ ۱۶) ﴿رخصت کرنے کا سنت طریقہ﴾

حضرت قزعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کیا تھا اور پھر یہ کلمات کہے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ .

”میں تمہارے دین کو اور تمہارے صفت امانت داری کو اور تمہارے ہر عمل کے آخری حصہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں“ سنن ابی داؤد (۳۲/۳)

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب کوئی آدمی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے فرماتے میرے قریب آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں رخصت کیا کرتے تھے۔

(قصہ ۱۷) ﴿ایک ویران جگہ سے گزر﴾

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تم یہ کہو اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ میں نے کہا اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ سب خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔

حلیۃ الاولیاء (۳۱۲/۱)

(قصہ ۱۸) ﴿مرنے کے بعد ابو جہل کی حالت﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں میدان بدر کے کنارے چلا جارہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ایک گڑھے سے باہر نکلا اس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اسے میرا نام معلوم تھا یا اس نے ویسے ہی عربوں کے دستور کے مطابق عبداللہ کہہ کر پکارا اور نام معلوم نہیں تھا۔ پھر اسی گڑھے سے ایک اور آدمی باہر نکلا اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارا جس پر وہ آدمی اپنے گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں جلدی سے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا اور اسے قیامت کے دن تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔ حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۴۳)

(قصہ ۱۹) ﴿شیر کی گردن پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا تھپڑ﴾

حضرت وھب بن ابان قریشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستہ پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر اسے شیر کے پاس گئے اور اس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستے سے ہٹا دیا پھر (واپس آتے ہوئے اپنے آپ سے) فرمایا حضور ﷺ نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابن آدم ڈرتا ہے اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اس پر اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو۔ ابن آدم اس چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے

نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالے نہ کرے۔

حیاۃ الصحابۃ (۶۵۶/۳)

یقین کی کمزوری انسان کو ہمیشہ مصائب میں مبتلا کرتی ہے اور انسان انجانے خوف اور پریشانیوں کا شکار رہتا ہے۔ اس واقعہ سے یہی درس ملتا ہے۔

(قصہ ۲۰) ﴿خواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں نے خواب میں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ محل سے باہر تشریف لائے۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی غسل کر کے آئے ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ آپ نے فرمایا "اگر میرا رب بخشنے والا نہ ہوتا تو میری عزت خاک میں مل جاتی" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ لوگوں سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ میں نے کہا بارہ سال۔ فرمایا اب میں حساب سے چھوٹا ہوں۔

حلیۃ الاولیاء (۵۴/۱)

(قصہ ۲۱) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا زہد﴾

حضرت عبداللہ بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ۔ ان میں فیصلے کیا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ تم جا کر لوگوں کے قاضی ضرور بنو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آ گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بنتے؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔

حضرت ابن عمر نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جاننے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے اور جو قاضی عالم ہو اور حق وانصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی یہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر برابر سرابر پر چھوٹ جائے (نہ انعام ملے اور نہ کوئی سزا لگے) اب اس حدیث کے سننے کے بعد بھی میں قاضی بننے کا خیال کر سکتا ہوں؟

امام احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عثمان نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا (ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگ گئے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ اور یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟) حیاۃ الصحابہ (۸۶/۲)

(قصہ ۲۲) ﴿حضور ﷺ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اکرام کرتے ہیں﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اکرام کے لئے میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پڑا رہا۔
(حیاۃ الصحابہ (۵۶۱/۲)

(قصہ ۲۳) ﴿مجلس امیر کے آداب﴾

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے) ہم اپنے ان امیروں کے پاس بیٹھتے ہیں اور وہ کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ (یہ بات غلط ہے اور) صحیح بات کچھ اور ہے۔ لیکن ہم ان کی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور وہ لوگ ظلم کا فیصلہ کرتے ہیں اور ہم ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کے اس فیصلے کو اچھا بتاتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! ہم تو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے (کہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان سے کچھ اور ظاہر کر رہا ہے) لیکن مجھے پتہ نہیں تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟ (یعنی امیر کے سامنے حق بات نہ کہہ سکے تو اس کے غلط کو بھی صحیح تو نہ کہے) حیاۃ الصحابہ (۱۰۲/۲)

(قصہ ۲۴) ﴿نفاق کی ایک صورت﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو اس سے حضرت ابن عمر نے فرمایا تمہارا حضرت ابوانیس (ضحاک بن قیس) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ اس نے کہا جب ہم ان سے ملتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ بات کہتے ہیں جو ان کو پسند ہو اور جب ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں تو ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ کنز العمال (۹۳/۱)

(قصہ ۲۵) ﴿حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری لمحات﴾

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا دیکھ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے حساب کرکے بتایا چھیاسی ہزار۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لیکر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ مزید فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ (حجرہ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المومنین نہ کہنا۔ کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں سلام کرکے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی۔ لیکن میں آج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دونگی۔ (یعنی ان کو اجازت ہے) جب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (اسوقت) میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے کے سامنے) لے جانا پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئی اور) ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ حضرت عائشہ کے گھر پہنچ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اندر دفن ہونیکی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن ہونیکا شرف عطا فرما دیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں) کی اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور ﷺ کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت

میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اختیار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا تم اس بات پر ہو کہ فیصلہ میرے حوالے کر دو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم سب میں سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا ہاں دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں آپکو اللہ قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے عثمان! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور باقی لوگوں نے کی۔ طبقات ابن سعد (۳/۳۴۴)

(قصہ ۲۶) ﴿مصر کے سفر کا ایک واقعہ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمٰن نے اور ان کے ساتھ ابوسروعہ عقبہ بن حارث نے نبیذ پی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں۔ جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا اسے نبیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نشہ بھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے

انہیں نشہ ہوگیا۔ صبح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا (سزا دے کر) ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہوگیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا مجھے نشہ ہوگیا تھا۔ میں نے ان سے کہا گھر چلو میں تمہیں (سزا دیکر) پاک کردوں گا مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات حضرت عمرو کے پاس جاچکے ہیں پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتا چکے ہیں تو میں نے کہا تم گھر چلو میں تمہارا سر مونڈوں گا تا کہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر نہ مونڈا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر بھی مونڈ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ میں نے اپنے بھائی کا سر اپنے ہاتھ سے مونڈا پھر حضرت عمرو نے ان پر شراب کی حد لگائی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرو کو خط لکھا کہ عبدالرحمٰن کو میرے پاس بغیر کجاوہ کے اونٹ پر سوار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر تقدیر الٰہی غالب آ گئی اور ان کا انتقال ہوگیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوڑے لگانے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہوا (بلکہ طبعی موت مرے ہیں)

حیاۃ الصحابۃ (۱۳۲/۲)

(قصہ ۲۷) والد محترم کی معیت میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا میرا سر زمین پر رکھ دو میں نے کہا آپ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر۔ اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں زمین پر رکھ دو چنانچہ میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میری بھی ہلاکت ہے اور میری ماں کی بھی۔

حضرت مسورؒ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا اگر مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لئے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں۔ حلیۃ الاولیاء (۵۲/۱)

(قصہ ۲۸) ﴿دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا﴾

حضرت محمد بن زید رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے (مکہ والے) اس مکان کے پاس سے گزرتے جس سے ہجرت کر کے (مدینہ) گئے تھے تو اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لیتے اور نہ اسے دیکھتے اور نہ کبھی اس میں ٹھہرتے۔

حضرت محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور جب بھی (اپنے مکہ والے) مکان کے پاس سے گزرتے تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیتے۔ حیاۃ الصحابۃ (۴۸۲/۱)

دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا
جب بھی سرد ہوا چلی ہم نے تجھے یاد کیا

(قصہ ۲۹) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع﴾

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ جب میں سواری پر سوار ہونے لگتا تو وہ میرے پاس آ کر میری رکاب پکڑ لیتے اور جب میں سوار ہو جاتا تو میرے کپڑے ٹھیک کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ وہ میرے پاس (اسی کام کے لئے) آئے تو میں نے (ان کی شان کا لحاظ کرتے ہوئے) کچھ ناگواری کا اظہار کیا، انہوں نے فرمایا اے مجاہد تم بڑے تنگ اخلاق ہو۔ حلیۃ الاولیاء (۲۸۵/۳)

(قصہ ۳۰) ﴿راہ وفا میں اہل دل......﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب جنگِ یمامہ کے دن حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر پڑے ہوئے تھے میں ان

کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! کیا روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا لکڑی کی اس ڈھال میں پانی لے آؤ تا کہ میں اس سے روزہ کھول لوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (پانی لینے) حوض پر گیا حوض پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میرے پاس چمڑے کی ایک ڈھال تھی میں نے اسے نکالا اور اس کے ذریعے حوض میں سے پانی لیکر (حضرت ابن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لکڑی والی ڈھال میں ڈالا پھر وہ پانی لیکر میں حضرت ابن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، آ کر دیکھا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ (اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیہِ رَاجِعُون) حیاۃ الصحابۃ (۶۳۴/۱)

راہ وفا میں اہل دل سوچ سمجھ کے آئے ہیں
داغ گنیں تو کیوں گنیں زخم کریں شمار کیا
شوق سے تم کیا کرو فرق نیاز و ناز میں
ہم تو مگن ہیں عشق میں جیت کہاں کی ہار کیا

(قصہ ۳۱) ﴿دست مصطفیٰ ﷺ کا بوسہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لڑنے کے لئے ایک جماعت بھیجی میں بھی اس میں تھا۔ کچھ لوگ میدان جنگ سے پیچھے ہٹے۔ میں بھی ان ہٹنے والوں میں تھا (واپسی پر) ہم نے کہا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہم تو دشمن کے مقابلہ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لیکر واپس لوٹ رہے ہیں پہلے یہ ارادہ بنا کہ ہم لوگ مدینہ جا کر رات گزار لیں گے (پھر اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے) پھر ہم نے کہا (نہیں) ہم سیدھے جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر دیں گے اگر ہماری توبہ قبول ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم (مدینہ چھوڑ کر کہیں اور) چلے جائیں گے۔ ہم فجر کی نماز سے پہلے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے (ہماری خبر ملنے پر) آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے کہا ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ میں تمہارا اور مسلمانوں

کا مرکز ہوں (تم میرے پاس آ گئے ہو اس لئے تم بھگوڑے نہیں ہو) پھر ہم نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے دست مبارک کو چوما۔ مستدرک حاکم (۴۲/۳)

(قصہ ۳۲) ﴿جنگ یمامہ کا ایک واقعہ﴾

حضرت جعفر بن عبداللہ بن اسلم ھمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت ابوعقیل انیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے ان کو تیر کندھوں اور دل کے درمیان لگا تھا جو لگ کر ٹیڑھا ہو گیا جس سے شہید نہ ہوئے۔ پھر وہ تیر نکالا گیا اور ان کی بائیں جانب اس تیر کے لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی یہ شروع دن کی بات ہے پھر انہیں اٹھا کر ان کے خیمے میں لایا گیا۔ جب لڑائی گھمسان کی ہونے لگی اور مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی قیام گاہوں سے بھی گزر گئے، اور ابوعقیل اپنے زخم کی وجہ سے کمزور پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی وہ انصار کو بلند آواز سے لڑنے کے لئے ابھار رہے تھے کہ اللہ پر بھروسہ کرو اللہ پر بھروسہ کرو اور اپنے دشمن پر دوبارہ حملہ کرو اور معن رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے آگے آگے تیزی سے چل رہے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انصار کہہ رہے تھے کہ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کر دو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے انصار ایک طرف جمع ہو گئے (اور مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جم کر لڑیں گے اور بہادری سے آگے بڑھیں گے اور دشمن پر جا کر حملہ کر دیں گے۔ اس سے تمام مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے اور حوصلے بڑھ جائیں گے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے پاس جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا اے ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ میں لڑنے کی طاقت تو ہے نہیں انہوں نے کہا کہ اس منادی نے میرا نام لے کر آواز لگائی ہے میں نے کہا وہ تو کہہ رہا ہے اے انصار! لڑنے کے لئے واپس آ وَ وہ زخمیوں کو واپس بلانا نہیں چاہتا ہے (وہ تو ان لوگوں کو بلا رہا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں) حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (کہ انہوں نے انصار کو بلایا ہے اور میں چاہے زخمی ہوں لیکن) میں بھی انصار میں

سے ہوں اس لئے میں ان کی پکار پر ضرور جاؤں گا چاہے مجھے گھٹنوں کے بل جانا پڑے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمر باندھی اور اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی۔ اور پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ اے انصار! جنگ حنین کی طرح دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ حضرات انصار جمع ہوگئے اللہ ان پر رحم فرمائے اور پھر مسلمانوں سے آگے آگے بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کو میدان جنگ چھوڑ کر باغ میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اور دشمن ایک دوسرے میں گھس گئے اور ہمارے اور ان کے درمیان تلواریں چلنے لگیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ کر زمین پر گرا ہوا تھا اور ان کے جسم میں چودہ زخم تھے جن میں سے ایک زخم جان لیوا تھا اور اللہ کا دشمن مسیلمہ قتل ہوگیا۔ حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر زخمی پڑے ہوئے تھے اور ان کے آخری سانس تھے۔ میں نے جھک کر ان سے کہا اے ابوعقیل! انہوں نے کہا لبیک حاضر ہوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی ہے؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو (کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے) اور میں نے بلند آواز سے کہا اللہ کا دشمن قتل ہو چکا ہے اس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کرنے کے لئے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور انتقال فرما گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینے واپس آنے کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی ساری کارگزاری سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے وہ ہمیشہ شہادت مانگا کرتے تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے۔ اور شروع میں اسلام لائے تھے۔

شہادت ہی مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

طبقات ابن سعد (۴۸۴/۳)

(قصہ ۳۳) ﴿کرتے کی گھنڈیاں﴾

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''

(الترغیب والترھیب (۴۶/۱))

(قصہ ۳۴) ﴿حکم الٰہی کی اطاعت کا جذبہ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (یعنی تم اس وقت نیکی (کے کمال) کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنا محبوب مال خرچ نہ کرو) والی آیت یاد آئی تو میں نے ان تمام چیزوں نہیں غور کیا جو اللہ نے مجھے دے رکھی تھیں (کہ ان میں سے کونسی چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے) تو مجھے اپنی رومی باندی مرجانہ سے کوئی چیز زیادہ پیاری نظر نہ آئی۔ اس لئے میں نے کہا یہ مرجانہ اللہ کے لئے آزاد ہے (آزاد کرنے کے بعد بھی دل میں اس سے تعلق باقی رہا جس کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کو دینے کے بعد چیز کو واپس لینا لازم نہ آتا تو میں اس سے ضرور شادی کر لیتا۔

حیاۃ الصحابۃ (۲۰۹/۲)

(قصہ ۳۵) ﴿محبوب ترین اموال کا صدقہ﴾

ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کر لیتے اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادت شریفہ سے واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان

کے ساتھی ان سے کہتے اے ابوعبدالرحمٰن اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپکو دھوکہ دے جاتے ہیں (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے صرف آپکو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں تاکہ آپ خوش ہوکر انہیں آزاد کردیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے چنانچہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عمدہ اونٹ پر جارہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اتر کر فرمایا اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کی ایک طرف زخم کردو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کردو۔

ابونعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اونٹنی پر جارہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا اخ اخ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا اے نافع! اس سے کجاوہ اتارلو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اتارنے کو جو فرمارہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجاوہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے) چنانچہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جاسکتی ہے؟ یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان کردیا جائے کیونکہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کردینا چاہئے اور اس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لئے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اور اس کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جاکر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنی قربانی کے اونٹوں میں شامل کردیا اور ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی

اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے تا کہ کل قیامت کو کام آئے) حیاۃ الصحابہ (۲/۲۱۰)

(قصہ ۳۶) ﴿مال کا فتنہ﴾

ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال سے کوئی چیز پسند آجاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور اس کی ملکیت سے دستبردار ہو جاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لئے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔ آپؓ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض دفعہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۴)

(قصہ ۳۷) ﴿مچھلی کھانے کی خواہش﴾

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جحفہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے انہوں نے کہا مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا بس صرف ایک مچھلی ملی۔ ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس مسکین سے کہا تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا سبحان اللہ! ہم نے آپ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر آپ کے لئے تیار کی ہے اس لئے (اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامان سفر ہے اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے اپنا نام لے کر کہا عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آ رہی ہے۔ اس لئے اس مسکین کو یہی مچھلی دینی ہے۔

ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے کہا ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا، آپ یہ مچھلی

کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے کہا میری چاہت وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔

حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۱۱)

(قصہ ۳۸) ﴿سواونٹنیوں کا صدقہ﴾

حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک زمین دوسواونٹنیوں کے بدلے میں بیچی پھران میں سے سواونٹنیاں اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیں اوران کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ لوگ وادی قریٰ سے گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی بھی اونٹنی نہ بیچیں۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۶)

(قصہ ۳۹) ﴿انگور کا خوشہ﴾

حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوگئے۔ ان کے لئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ انہوں نے کہا یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے یہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لیکر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جاکر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خریدلیا (کیونکہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا اس لئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کردیا۔ اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لیکر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جاکر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خریدلیا اور لاکر پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کردیا اس مسکین نے پھر آکر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لیکر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جاکر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خریدلیا (اور لاکران کی خدمت میں پیش کردیا) اس مسکین نے پھر واپس آکر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا لیکن اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۷)

(قصہ ۴۰) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ رات کو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور سب ان کے بڑے پیالے میں سے کھاتے (کھانے کے دوران) بعض دفعہ وہ کسی مسکین کی آواز سنتے تو اپنے حصہ کا گوشت اور روٹی جا کر اسے دے دیتے جتنی دیر میں وہ مسکین کو دے کر واپس آتے اتنی دیر میں گھر والے پیالہ ختم کر چکے ہوتے۔ اگر مجھے اس پیالہ میں کچھ مل جاتا تو ان کو بھی مل جاتا۔ پھر اسی حال میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح روزہ رکھ لیتے۔ طبقات ابن سعد (۱۲۲/۴)

(قصہ ۴۱) ﴿اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "اے لوگوں میں سے سب سے بہتر!" یا یوں کہا "اے لوگوں میں سے سب سے بہتر کے بیٹے!" تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"نہ تو میں لوگوں میں سے سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر کا بیٹا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اللہ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اللہ کی قسم! (بلاوجہ تعریفیں کر کے) تم آدمی کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور پھر اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو (کہ اس کے دل میں عجب و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے)" (حیاۃ الصحابہ (۶۷۱/۲))

(قصہ ۴۲) ﴿یتیموں کا خیال﴾

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی دوپہر کا یا رات کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے یتیموں کو بلا لیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے لگے تو ایک یتیم کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لیکن وہ یتیم ملا نہیں (اس لئے یتیم کے بغیر کھانا شروع

کر دیا) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے میٹھے ستو تیار کئے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یتیم آ گیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ میں پینے کے لئے ستو (کا پیالہ) پکڑا ہوا تھا آپ نے وہ پیالہ اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو اور میرا خیال ہے تم نقصان میں نہیں رہے۔

حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۴۶)

(قصہ ۴۳) ﴿ کھانا نہ کھانے کی انوکھی وجہ ﴾

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی پر کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی ہو کہ یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں (انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو) انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد سے نکلتے تو کچھ غریب لوگ ان کے راستے میں بیٹھ جاتے تھے (جن کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے) ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پہلے سے بھیج دیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راستہ میں نہ بیٹھو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے گھر آ گئے (انہیں راستے میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدمی بھیجو (تا کہ وہ کھانے کے لئے آ جائیں آدمی ان کو بلانے گئے۔ لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائیں تو مت آنا (جب کوئی نہ آیا) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۸)

(قصہ ۴۴) ﴿ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز ﴾

حضرت ابوجعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعۃ المخزومی) نے کہا تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر میں جاؤ اوران کی خدمت کرو (چنانچہ ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلاتے اوران کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس آ کر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہونیکی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقمے ملتے تھے۔ چنانچہ جحفہ مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر) کھانے کے لئے آ گئے۔ اتنے میں کالے رنگ کا ایک ننگا لڑکا بھی آ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بھی بلایا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل مل کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اوراس بچہ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بٹھا لیا۔

حلیۃ الاولیاء (۱۱/۴) حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۴۸)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(قصہ ۴۵) ﴿ ثرید کا پیالہ ﴾

حضرت ابوجعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے، ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آ جاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالے میں سے کھاتے اور بعض دفعہ اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اونٹ تھا جس پر نبیذ (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دیر ڈال کر اسے میٹھا بنا لیا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے ہوتے تھے کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستو اور نبیذ سے بھرا ہوا ایک پیالہ ملتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا۔

طبقات ابن سعد (۴/۱۰۱)

(قصہ۴۶) ﴿مسکینوں سے محبت﴾

حضرت معن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کھانا تیار کر لیتے اور ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے نہ بلاتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے بلا لیتے لیکن ان کے بیٹے اور بھتیجے اسے نہ بلاتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے جو کھانا کھانا نہیں چاہتا اسے یہ لوگ بلاتے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۰۹/۴)

(قصہ۴۷) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمانبرداری﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن مسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں لکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ ان کو چار ہزار والوں میں لکھا ان میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالاسد مخزومی، حضرت اسامہ بن زید، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش اسدی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے نہیں ہیں اوران کے یہ یہ فضائل ہیں (یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں لہٰذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا مطلب یہ نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۸۴/۲)

(قصہ ۴۸) ﴿آخرت کا نفع﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیئے اور جو کچھ پاس تھا وہ سب ختم کر دیا اتنے میں ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا (اب اپنے پاس تو دینے کے لئے کچھ بچا ہی نہیں تھا اس لئے) جن کو دیا تھا ان میں سے ایک آدمی سے ادھار لیکر ان صاحب کو دیئے۔

حضرت میمون کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کنجوس ہیں۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں اللہ کی قسم! جہاں خرچ کرنے سے (آخرت کا) نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوس نہیں ہیں ہاں اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے اور خواہ مخواہ نہیں دیتے۔

طبقات ابن سعد (۱۰۱/۴)

(قصہ ۴۹) ﴿دس ہزار درہم کا صدقہ﴾

حضرت ایوب بن وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک پڑوسی نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار، اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار (کل دس ہزار) اور ایک جھالر والی چادر آئی۔ پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لئے ایک درہم کا چارہ ادھار خریدا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لئے میں بڑا حیران ہوا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے اس لئے) میں انکی باندی کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سچ سچ بتانا۔ کیا حضرت ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس

نے کہا ہاں آئی ہے میں نے کہا میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے تھے۔ (تو یہ کیا بات ہے؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ ادھار کیوں خرید رہے تھے؟) اس باندی نے کہا رات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی پھر گھر واپس آ گئے چنانچہ میں نے (بازار میں جا کر) اعلان کیا اے تاجروں کی جماعت! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے؟ (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ (انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لیے) آج اپنی سواری کے لئے وہ ایک درہم کا ادھار چارہ خرید رہے تھے۔ حلیۃ الاولیاء (۲۹۶/۱)

(قصہ ۵۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مازمین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے جو سواری کو تھامے ہوئے تھے اس نے کہا نہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آ گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ قضائے حاجت کے لئے رکے تھے اس لئے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔

الترغیب والترھیب (۴۷/۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ اور مدینہ درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے نیچے دوپہر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے نیچے

دوپہر کو آرام فرمایا تھا۔ الترغیب والترھیب (۱/۴۶)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو لئے، ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔ الترغیب والترھیب (۱/۴۶)

حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستہ کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تا کہ میری سواری کا پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں والی جگہ پر پڑ جائے۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۳۱۰)

(قصہ ۵۱) ﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اونٹ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں (بیچنے کے لئے بازار) لے آیا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے، انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں، فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لئے بھیجے تھے (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تا کہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہونگے امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ

(میرا بیٹا ہونیکی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لئے) اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے وہ تو تم لےلو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔ حیاۃ الصحابۃ (۳۱۶/۲)

(قصہ ۵۲) ﴿مکاتب غلام﴾

حضرت میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا (یعنی اسے فرمایا کہ اتنی رقم دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) اور مال کی ادائیگی کی قسطیں مقرر کر دیں جب پہلی قسط کی ادائیگی کا وقت آیا تو غلام وہ قسط لیکر ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مزدوری کر کے کمایا ہے اور کچھ مانگ کر لایا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ تم اللہ کے لئے آزاد ہو اور مال جو تم لیکر آئے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰۱/۱)

(قصہ ۵۳) ﴿دنیا کی آلائشوں سے اجتناب﴾

حضرت میمون رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چپکے سے اس ٹوہ میں لگایا کہ وہ یہ پتہ چلائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں کیا ارادہ ہے؟ آیا وہ (یزید کی بیعت نہ کرنے اور خلیفہ بننے کے لئے) جنگ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے ہیں اور آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں آپ خلیفہ وقت کے خلاف کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے؟ اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ سے بیعت ہونے کو تیار ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا آپ کی اس رائے سے تمام لوگوں کو اتفاق ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

ہاں! تھوڑے سے آدمیوں کے علاوہ باقی سب متفق ہیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا اگر سب مسلمان اس رائے سے اتفاق کرلیں لیکن ہجر مقام کے تین آدمی اتفاق نہ کریں تو بھی مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے حضرت عمرو بن عاص سمجھ گئے کہ ان کا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا آپ اس آدمی سے بیعت ہونے کے لئے تیار ہیں جس کی بیعت پر تمام لوگ اتفاق کرنے ہی والے ہیں؟ اور وہ آدمی آپ کے نام اتنی زمین اور اتنا مال لکھ دے گا کہ پھر آپ کو اور آپ کی اولاد کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ پر سخت حیرت ہے آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں اور آئندہ کبھی (اس کام کے لئے) میرے پاس نہ آئیں۔ آپ کا بھلا ہو۔ میرا دین آپ لوگوں کے دینار و درہم کی وجہ سے نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح سے جاؤں کہ میرا ہاتھ (دنیا کی آلائشوں سے) بالکل پاک صاف ہو۔ طبقات ابن سعد (۱۳۱/۴)

(قصہ ۵۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے۔ آپ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین سے کھجوریں چن کر نوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا ہوا تم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا، وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسا ملک دے دیتا اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یقین کمزور ہو جائے گا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

''وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا اللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ. (العنکبوت:۶۰)

''اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے''

پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے کہ بقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لئے کچھ بچا کر رکھتا ہوں۔

تفسیر ابن کثیر (۴۲۰/۳)

(قصہ ۵۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالن

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں گھر میں اپنے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے لئے صدر مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے۔ جو کہ گوشت کی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں آج بازار (دو درہم لیکر) گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آ جاتے تو ایک کو نوش فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کو نوش نہ فرماتے اس لئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی) میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھا لیں آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا میں یہی کروں گا (کہ ایک کو کھا لوں گا اور دوسرے کو صدقہ

کر دونگا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔ (سنن ابن ماجہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سادگی کا یہ عالم بھی ملاحظہ کیجئے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے روز مرہ کے حالات پر بھی نگاہ ڈالئے۔ ہماری اور ان حضرات کی زندگی کا واضح فرق عیاں ہو جائے گا۔ شاید ہی ہمارا کوئی کھانا ایسا ہوتا ہو جس میں وہ تمام چیزیں موجود نہ ہو جو قرن اول کے حضرات کے سامنے کھانے کے عیوب میں شمار ہوتی تھیں۔ روزی کی برکتوں سے محروم ہونے کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے۔

(قصہ ۵۶) ﴿دوسرے مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح﴾

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمتہ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے، تو انہوں نے ان کی بیوی حضرت صفیہ رحمتہ اللہ علیہا سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہوسکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں، لہٰذا اس پر حضرت ابن مطیع نے کہا اے عبدالرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ کچھ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپکی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی، انہوں نے فرمایا مجھ پر آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا۔ اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی باقی رہ گئی ہے۔

حلیۃ الاولیا. (۲۹۸/۱)

(قصہ ۵۷) ﴿شکم سیری سے اجتناب﴾

حضرت عمر بن حمزہ بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ جس دن میں نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جرف مقام پر بات کرتے ہوئے دیکھا تھا آپ نے ان کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے ان سے کہا تھا اے ابوعبدالرحمٰن! آپکا جسم بہت دبلا ہوگیا ہے اور عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ آپکی مجلس میں بیٹھنے والے نہ آپ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ آپ کا مقام۔ آپ یہاں سے گھر واپس جا کر اپنے گھر والوں سے کہیں کہ وہ آپ کے لئے خاص طور سے اچھا سا کھانا تیار کر دیا کریں۔ انہوں نے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے گیارہ سال سے بلکہ بارہ سال سے بلکہ تیرہ سال سے بلکہ چودہ سال سے ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اب تو گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے اب یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حلیۃ الاولیاء (۲۹۸/۱)

شکم سیری انسان کو عملی زندگی میں مستعدی اور نشاط سے محروم کر دیتی ہے۔ اس حالت میں انسان کا جسم اور دماغ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ نیند کی زیادتی اور رطوبات کا بڑھ کر حافظہ کو کمزور کر دینا شکم سیری کے سنگین نتائج میں سے ہیں۔ طلبہ کو خصوصی طور پر نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ ضرورت کے بقدر کھانا کھائیں اور جہاں تک ہوسکے بسیار خوری سے پرہیز کریں۔ اس طرح عملی زندگی میں نشاط حاصل کیا جاسکتا ہے جو کہ تعلیم و تعلم کے لئے بہت مفید ہے۔

(قصہ ۵۸) ﴿کھانا ہضم کرنے کی دوا﴾

حضرت عبداللہ بن عدی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے

چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا کہا میں آپ کے لئے جوارش تیار کر دوں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ اس آدمی نے کہا اگر آپ کسی دن کھانا اتنا زیادہ کھالیں کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے اور پھر اس جوارش کو استعمال کر لیں تو اس سے اس کھانے کو ہضم کرنا آسان ہو جائے گا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے چار ماہ سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مجھے کھانا ملتا نہیں ہے کھانا تو بہت ہے لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں جو ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دوسرے وقت بھوکے رہتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ۴/۱۱۰)

(قصہ ۵۹) ﴿کھانے کی خواہش اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنبیہ﴾

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میرا گوشت کھانے کو دل چاہا تھا لہٰذا میں لے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو چیز کھانے کو اس کا دل چاہے وہ اسے ضرور کھائے۔ حیاۃ الصحابۃ (۲/۳۹۴)

(قصہ ۶۰) ﴿ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹے کو نصیحت﴾

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نوجوان بیٹے نے آپ سے لنگی مانگی اور کہا میری لنگی پھٹ گئی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا لنگی جہاں سے پھٹی ہے وہاں سے کاٹ دو اور باقی کو سی کر پہن لو۔ اس نوجوان کو یہ بات اچھی نہ لگی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا تیرا بھلا ہو اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ بنو جو اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے پیٹوں میں اور اپنی پشتوں پر ڈال

دیتے ہیں یعنی اپنا سارا مال کھانے اور لباس پر خرچ کردیتے ہیں۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰۱/۱)

(قصہ۶۱) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت عبدالرحمٰن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا۔ میں نے کہا ابوا ے عبدالرحمٰن! آپکے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو جس سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں (انشاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا۔ طبقات ابن سعد (۱۵۴/۴)

(قصہ۶۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن کا ایک واقعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمر) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں بچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا اسے سمجھ لیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) جمیل نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پیچھے چل دیئے اور میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے یہاں تک کہ جمیل نے مسجد (حرام) کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا اے جماعت قریش! غور سے سنو! خطاب کا بیٹا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ قریش کعبہ کے اردگرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمیل کے پیچھے سے کہا یہ غلط کہتا ہے میں تو مسلمان ہوا ہوں اور کلمہ شہادت: اَشْھَدُ اَنْ لَّا

اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جھپٹے۔ وہ سب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج سروں پر آ گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور سب مشرک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کرلو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم (مسلمان) تین سو ہو گئے تو یا تو تم (مکہ) ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا ارے چھوڑو۔ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنے آدمی (حضرت عمر) کو ایسے ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اوپر سے کوئی چادر اتار لی گئی ہو جب میرے والد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا ابا جان! جس دن آپ اسلام لائے تھے اور مکہ کے کافر آپ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا جس پر وہ لوگ سب آپکو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھے۔ (حیاۃ الصحابۃ)

(قصہ ۶۳) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شوق جہاد﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جنگ بدر کے دن مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھوٹا سمجھ کر قبول نہ فرمایا اس جیسی سخت رات کبھی نہیں آئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول نہ فرمانے کی وجہ سے مجھے بڑا غم تھا اور میں ساری رات جاگتا رہا اور روتا رہا۔ اگلے سال پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے قبول فرمالیا

میں نے اس پر اللہ کا شکرادا کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر ایک آدمی نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! جس دن دونوں فوجیں مقابلہ میں آئی تھیں (یعنی جنگ احد کے دن) کیا اس دن آپ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو معاف فرمادیا اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ)

(قصہ ٦٤) اتباع سنت کا اہتمام

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ گئے جب ہمیں رخصت کر کے واپس جانے لگے تو فرمایا آپ دونوں کو دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی چیز کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اس لئے میں آپ لوگوں کے دین کو اور امانت کو اور آپ لوگوں کے اعمال کے خاتمے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (حیاۃ الصحابۃ)

(قصہ ٦٥) فتح مکہ کے موقع پر............!

قریش اور اسلام کی فتح وشکست کا آخری معرکہ فتح مکہ تھا، اسوقت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہو چکے تھے اور ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامان جنگ میں ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو تعریف کے لہجے میں فرمایا کہ "عبداللہ ہے عبداللہ" فتح کے بعد خانہ کعبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے چنانچہ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے تھے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلو میں تھے، خانہ کعبہ کے صحن میں اونٹ بٹھا کر کنجیاں منگائیں اور کعبہ کھول کر تینوں ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگوں کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا میں تھا۔ (حیاۃ الصحابۃ)

(قصہ ٦٦) ﴿صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٦ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا اور حسن اتفاق یہ کہ یہ شرف اپنے پدر عالی قدر سے پہلے حاصل کرلیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انصاری کے پاس گھوڑا لانے کے لئے بھیجا تھا کہ جہاد میں وہ اس پر سوار سکیں، عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہنچ کر پہلے خود بیعت کی اور اس کے بعد گھوڑا لیکر گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے بھی جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

(رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب غزوۃ حدیبیۃ)

(قصہ ٦٧) ﴿حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانشینی﴾

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت آخر ہوا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے، جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں یہ جرأت تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہوں میں پہنچا تو پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرأت کر کے عرض کی کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گزار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے تو فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپکی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو اس کے ریوڑ کا کیا حشر ہوگا؟ ایسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول ﷺ نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کر جاؤں تو بھی

کوئی حرج نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامزد کر گئے تھے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنا جائیں گے، چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔ (رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب فتح مکۃ)

(قصہ ٦٨) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعت علمی﴾

تلاوت قرآن کے ساتھ آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سور وآیات پر فکر و تدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف بقرہ پر ۱۴ برس صرف کیے۔ اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر و تاویل کا غیر معمولی ملکہ پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا ملکہ آپ میں عنفوان شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی اس مثال:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِي اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا.

''تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان تک ہیں وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے'' (ابراہیم: ۲۴۔۲۵)

کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مرد مسلم کی طرح سدا بہار ہے اس کے پتے کبھی خزاں رسیدہ نہیں ہوتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حتی کہ حضرت ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما تک خاموش رہے تو

آپؐ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی سمجھ چکے تھے، لیکن اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے جواب کیوں نہ دیا تمہارا جواب دینا مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔ (رواہ البخاری فی کتاب التفسیر سورۃ ابراہیم)

(قصہ ۶۹) ﴿ناسخ ومنسوخ کے عالم﴾

بعض اوقات آیات کے شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جاتے تھے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فہم قرآنی سے اس قسم کے شکوک کا ازالہ کر دیتے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیت:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.

''جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے، ان کو عذاب الیم کی بشارت دیدو''

کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ زکوۃ دینے کے بعد کیوں انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے اور عدم انفاق کی صورت میں عذاب الیم کی وعید کیوں ہے، اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، آپ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو سونا چاندی جمع کر کے زکوۃ نہیں دیتا، وہ قابل افسوس ہے اور یہ آیت زکوۃ کی فرضیت کے نزول سے پہلے کی ہے، زکوۃ تو خود ہی مال کو ظاہر کر دیتی ہے۔ رواہ البخاری (۱/۱۸۸)

(قصہ ۷۰) ﴿امیر کی اطاعت﴾

حدیث کی تلاش وجستجو نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا، جس سے ہزاروں لاکھوں مسلمان سیراب ہوئے ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس میں آپ کا

مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا، اسی لئے آپ نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا کہ اس سے یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو جاتا، مدینہ میں مستقل حلقہ درس تھا، اس کے علاوہ اشاعت کے لئے سب سے بہترین موقع حج کا تھا، جس میں تمام اسلامی ملکوں کے مسلمان جمع ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتوی دیتے تھے، اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھیں، لوگوں کے گھروں پر جا کر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبداللہ بن مطیع کے یہاں گئے، عبداللہ بن مطیع نے خوش آمدید کہا اور ان کے لئے بچھونا بچھایا انہوں نے کہا میں اس وقت تمہارے پاس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہوں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دست برداری کی وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ رواہ احمد (۲/۱۵۴)

(قصہ ۷۱) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور کثرت سلام﴾

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، وہ میرے ساتھ بازار جاتے جب ہم بازار جاتے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جس کباڑیئے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرض یہ کہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔

ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے، میں نے کہا ''آپ بازار کس لئے آتے ہیں؟ نہ تو کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ آیئے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے پیٹو! (میرا پیٹ بڑا تھا) ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں لہذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ''۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ بازار آئے ہیں لہذا جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔ حیاۃ الصحابہ (۶۲۳/۲)

(قصہ ۷۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز تعلیم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا، آپ کے ایک شاگرد علی بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں حالت نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا، نماز تمام کر چکا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے، اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی آپ نے مجھے نماز کا مکمل طریقہ سمجھایا۔

(موطا امام مالک، ص: ۳۵)

(قصہ ۷۳) فتوی دینے میں احتیاط

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کی طرح فتاوی میں بھی بہت محتاط تھے جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا فتوی نہ دیتے، حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے وہ اپنے فتاوی اور اعمال میں نہایت سخت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہنے والے اور کرنے والے تھے۔

اگر کوئی مسئلہ علم میں نہ ہوتا تو نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا آپ کو علم نہ تھا فرمایا ''مجھے نہیں معلوم'' اس کو ان کی صاف بیانی پر تعجب ہوا کہنے لگا ''ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خوب آدمی ہیں جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کر دی''

عقبہ بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، فرمایا مجھ کو معلوم نہیں، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو ایسا فتوی دیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپکا یہ طرز عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھ کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں اور فتوی طلب کرنے والے کو لوٹا دیتے ہیں۔ اگر کبھی فتویٰ دینے کے بعد غلطی معلوم

ہوتی تو بلا پس و پیش پہلے فتوی سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتوی سے آگاہ کر دیتے۔

ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آبی مردار کے متعلق استفتاء کیا کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں آپ نے ناجائز بتایا بعد میں قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا، احل لکم صید البحر و طعامه، چنانچہ انہوں نے عبدالرحمٰن کے پاس کہلا بھیجا کہ ''اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں'' دوسرے عالم مفتیوں کو بھی اپنی رائے و قیاس سے فتوی دینے سے منع فرماتے تھے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے مفتی تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہ فرمائی کہ ''تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر فتوی نہ دیا کرو آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی ہی نہیں۔　　اعلام الموقعین (۱/۶۷)

(قصہ ۴۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خشیت و خوف خدا

خشیت الٰہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، خشیت یہ ہے کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب میں گداز پیدا ہو قرآن پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف میں ہے، ''اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ'' یعنی جب ان کو جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل ھل جاتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ کیفیت بڑی نمایاں تھی چنانچہ وہ قرآن پاک کی یہ آیت:

(الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله)

''کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے
دل میں خشوع پیدا ہو''

پڑھتے تھے تو ان پر بے اختیار رقت طاری ہوتی ایک مرتبہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ تلاوت کی، تو آپ اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے اور پاس بیٹھنے والوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بہ مشکل برداشت کر سکے، فتنہ کے زمانے میں جب ہر حوصلہ مند اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فضل و کمال، زہد و اتقاء لوگوں میں اپنی ہر دلعزیزی اور مقبولیت

بلکہ اکثروں کی خواہش کے باوجود خدا کے خوف سے خلافت کے حصول سے اپنے دامن بچائے رکھا۔

نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ایک دن ابن عمر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں سربسجود ہو کر کہہ رہے تھے کہ خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میں نے حصول دنیا میں قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہیں کی۔ اسد الغابۃ (۲۲۹/۳)

(قصہ ۷۵) ﴿واقف ہوا گر لذت بیداری شب سے﴾

آپ بڑے عبادت گزار و شب زندہ دار تھے، اوقات کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں صرف ہوتا، نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ کیا صبح کی سفیدی نمودار ہوگئی ہے؟ اگر میں ہاں کہتا تو پھر طلوع سحر تک استغفار میں مشغول ہو جاتے اگر نہیں کہتا تو بدستور نماز میں مشغول رہتے۔ روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے بازار کی ضروریات پوری کرتے پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے۔

محمد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رات بھر میں چار پانچ مرتبہ اٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ رات میں پورا قرآن ختم کر دیتے حج کسی سال ناغہ نہیں ہوا حتیٰ کہ فتنہ کے زمانہ میں بھی جب مکہ بالکل غیر مامون حالت میں تھا، انہوں نے حج نہ چھوڑا، چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج کی جنگ کے زمانہ میں جب انہوں نے حج کا قصد کیا تو لوگوں نے روکا کہ یہ حج کا موقعہ نہیں، فرمایا اگر کسی نے روک دیا تو اسی طرح رک جاؤں گا، جس طرح آنحضرت ﷺ کو دشمنوں نے روکا تھا (صلح حدیبیہ کے زمانہ میں) تو آپ رک گئے تھے اور اگر نہ روکا تو سعی وطواف پورا کروں گا، چنانچہ صرف اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انہوں نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ آنحضرت ﷺ کے اس واقعہ سے مشابہت ہو جائے وہ یوں بھی تمام مسائل کے

بڑے واقف کار تھے اور بکثرت حج کئے تھے، اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں مناسک حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹتی تھی چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے، مسجد جاتے وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ طبقات ابن سعد (۴/۱۱۳)

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پراسرار

(قصہ ۷۶) ﴿تیرے نقش پا کی تلاش میں﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی حیات نبوی ﷺ کا عکس اور پرتو تھی لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمر ﷺ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا، صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے اتفاقی اور بستری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرت ﷺ اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت ﷺ گزرا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور نے کبھی طہارت کی تھی اس پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کرلیا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عمل تھا آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کرتے تھے عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوہ نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے، چنانچہ ارکان میں صرف رکن یمانی کو چھوڑتے تھے ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے چپل

پہنتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، فرمایا آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، غرض آنحضرت ﷺ کے وہ تمام حرکات وسکنات جو آپ نے بر سبیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

سیر الصحابۃ (۴/۴۳-۴۴)

(قصہ ۷۷) رجل صالح کی سند

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی زہد وتقوی کا نمونہ تھی، لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں ان جیسے بہت سے لوگ تھے لیکن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، عام طور پر لوگوں میں آخر عمر میں جب قوی کا انحطاط ہوتا ہے تو زہد و تقوی کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر عنفوان شباب ہی میں زہد وورع کا نور چمکتا تھا اور جوانان قریش میں آپکی ذات دنیا کی حرص وہوس اور نفس کی خواہشوں پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ہم میں سوائے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی ایسا نہ تھا جس کو دنیاوی دلفریبیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہیں ہوا۔

اس سے بڑھ کر ان کے زہد وتقوی کی کیا سند ہوسکتی تھی کہ خود زبان رسالت نے ان کو رجل صالح کی سند عطا کی اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوعمری کے زمانہ میں اکثر مسجد میں سویا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے دوزخ کے فرشتوں کو خواب میں دیکھا جا کر اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ جوان صالح ہے، اگر رات کو نماز (تہجد) پڑھے۔ اس کے بعد وہ اکثر نمازوں میں مشغول رہے اور آخر عمر تک یہی معمول رہا۔

ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ جو آنحضرت ﷺ کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو، جن میں آپ کے بعد بھی کوئی تغیر نہیں ہوا تو وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے ان کے علاوہ ہم میں سے ہر شخص کو حوادث زمانہ نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے۔

مستدرک حاکم (۳/۵۹۰)

(قصہ ۷۸) ﴿تو بچا بچا کے نہ رکھا اسے......﴾

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف خطبہ دے رہا تھا، اس خطبہ میں اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگایا کہ انہوں نے (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا:

''تو جھوٹا بکتا ہے، نہ ابن زبیر میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے''

مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی۔ اس نے انتقام لینے کا فیصلہ کرلیا اور اس کا یہی انتقام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا ذریعہ بنا۔

تو بچا بچا کے نہ رکھا اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ)

(قصہ ۷۹) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا ایسے مواقع ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ و جلال اور شان و شوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے، مگر انہوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی اور اس پر سخت اصرار کیا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور ان فتنوں میں پڑنا گوارا نہ کیا اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔

سفیان ثوریؒ امام شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر، مصعب بن زبیر، عبدالملک بن مروان اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین چاروں آدمی خانہ کعبہ میں جمع تھے سب کی رائے ہوئی کہ ہر شخص رکن یمانی پکڑ کر اپنی اپنی دلی تمناؤں کے لئے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور دعا مانگی کہ خدایا تو بڑا ہے اور تجھ سے بڑی ہی چیز بھی مانگی جاتی ہیں اس لئے میں تجھ کو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ

دلا کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری حکومت اور عام خلافت نہ تسلیم کرلی جائے۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگی کہ تو تمام چیزوں کا رب ہے، آخر میں سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے، میں تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر جس کے قبضے میں تمام عالم ہے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ میں عراق کا والی نہ ہو جاؤں اور سکینہ میرے نکاح میں نہ آجائے اس کے بعد عبدالملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے زمین و آسمان کے خدا! میں تجھ سے ایسی چیزیں مانگتا ہوں جس کو تیرے اطاعت گذار بندوں نے تیرے حکم سے مانگا ہے، میں تجھ سے تیری ذات کی عظمت، تیری مخلوقات و بیت الحرم کے رہنے والوں کے حق کا واسطہ دیکر دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھا، جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے اور اس میں جو شخص رخنہ اندازی کرے اس کا سر نہ قلم کردوں، جب یہ لوگ دعا مانگ چکے تو وہ بادۂ حق کا سرشار اٹھا جس کے نزدیک دنیاوی رونقیں سراب سے زیادہ نہ تھیں اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ ''تو رحمٰن و رحیم ہے، میں تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت میں رسوا نہ کر اور اس عالم میں مجھے جنت عطا فرما'' سیر الصحابۃ (۳/۴۷) بحوالہ ابن خلکان (۱/۴۴۲)

(قصہ ۸۰) ﴿بہترین نمونہ......!﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح﴾

(النساء:۱۰۱)

''اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے''

(اب اللہ تعالیٰ نے نماز قصر کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ کافروں کے ستانے کا ڈر ہو اور) یہاں منیٰ میں اس وقت ہم لوگ بڑے امن سے ہیں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں

ہے تو کیا یہاں بھی ہم نماز کو قصر کریں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''حضور ﷺ تمہارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں (لہٰذا جب انہوں نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے تو تم بھی دو رکعت ہی پڑھو)''

حیاۃ الصحابہ (۴۸۱/۲)

(قصہ ۸۱) ﴿مشتبہات سے اجتناب﴾

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدت ورع کی بنا پر ہمیشہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز فرماتے تھے، مروان نے اپنے زمانے میں میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے کہ اس میں پتھر کی پرستش کا شائبہ ہے اس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ عہد رسالت اور اس کے بعد خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت تک کھیتوں کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے کھیتوں کے کرایہ سے منع کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو جا کر ان سے تصدیق چاہی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے ایسا حکم دیا ہوگا، مگر محض اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد میں اگرچہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمادی ہو اور مجھے علم نہ ہوا ہو۔

ککڑی اور خربوزہ صرف اس وجہ سے نہ کھاتے تھے کہ اس میں گندی چیزوں کی کھاد دی جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے، انہوں نے اس خیال سے پھکوا دیا کہ کہیں اس میں نشہ نہ پیدا ہو گیا ہو۔

اگرچہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے چنانچہ جب اپنے صاحبزادے کو گنگناتے ہوئے سنتے تو تنبیہ فرماتے۔

سیر الصحابۃ (۳۷/۴۔۳۸)

(قصہ۸۲) ﴿صدقہ کا غلام﴾

اگر کسی چیز میں صدقہ کا شائبہ بھی ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے، ایک دن بازار گئے وہاں ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا لے لو، اس نے اپنے دام سے خرید لی، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لئے افطار کے وقت اس بکری کا دودھ پیش کیا گیا، فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے اور غلام صدقہ کا ہے اس لئے اس کو لے جاؤ، مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد (۱۱۸/۴)

(قصہ۸۳) ﴿پھولدار فرش سے نفرت﴾

ایک مرتبہ کہیں دعوت میں تشریف لے گئے، وہاں پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چنا گیا تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر میں روزہ سے ہوں یہ عذر پھول دار فرش کی وجہ سے تھا۔ طبقات ابن سعد (۱۲۷/۴)

(قصہ۸۴) ﴿نقش ونگار سے اجتناب﴾

ایک مرتبہ احرام کی حالت میں سردی معلوم ہوئی فرمایا مجھ کو چادر اوڑھا۔ چنانچہ آپ چادر اوڑھ کر آرام فرما ہوئے، آنکھ کھلی تو چادر کی نجاف اور پھول بوٹوں پر نظر پڑی جو ابریشم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس میں یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

(الاصابۃ تذکرہ ابن عمرؓ)

(قصہ۸۵) ﴿محبوب اموال کا صدقہ﴾

صدقہ وخیرات کے میدان حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نام نمایاں حیثیت کا حامل تھا، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے، دو دو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ یکمشت ۳۰ ہزار کی قسم خدا کی راہ

میں لگادی، قرآن پاک میں نیکوکاری کے لئے محبوب چیز خدا کی راہ میں دینے کی شرط ہے:

لَنْ تَنَالُوْ الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ.

''تم اس وقت تک نیکی کے کمال کونہیں پاسکتے جب تک اپنے محبوب اموال اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کی عملی تفسیر تھے، آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو راہ خدا میں دے دیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اس کو راہ خدا میں آزاد کردیتے اور آپ کی نظر میں وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گذار ہوتا، غلام اس راز کو سمجھ گئے تھے، اس لئے وہ مسجدوں کے ہورہتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کے ذوق عبادت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور آزاد کردیتے آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ یہ لوگ صرف آزادی حاصل کرنے کے لئے اتنا تقویٰ دکھاتے ہیں اور آپ کو دھوک دیتے ہیں، آپ فرماتے'' من خدعنا باللہ خد عنالہ ''جو شخص ہم کو خدا کے ذریعے سے دھوکہ دیتا ہے ہم اس کا دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی، اس کو راہ خدا میں آزاد کرکے اپنے ایک غلام کے ساتھ بیاہ دیا اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا لڑکے کو آپ چومتے اور فرماتے کہ اس سے کسی کی خوشبو آتی ہے اسی طریقہ سے ایک دوسری من پسند لونڈی کو آزاد کردیا اور فرمایا لَنْ تَنَالُوْ الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ آپ اس کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوگئی تھی ایک مرتبہ انہوں نے نہایت عمدہ اونٹ خریدا اور سوار ہوکر حج کو چلے اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی فوراً اترے اور حکم دیا کہ سامان اتارلو اور اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کردو۔ سیر الصحابة (۳۹/۳)

(قصہ ۸۶) ﴿محتاجوں کی اعانت﴾

مسکین نوازی آپ کا نمایاں وصف تھا، خود بھوکے رہتے لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے آپکی اہلیہ آپکی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی

تھیں اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کے لئے پکاتی ہوں وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں کہ فقراء اس کو سمجھ گئے تھے اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آ کر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو اپنے ساتھ گھر لے آتے، بیوی نے عاجز ہوکر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں میں بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے واپس ہوکر حسب معمول گھر آ گئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوا دو، کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔　　طبقات ابن سعد (۱۳۲/۴)

(قصہ ۸۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فیاضی وسیر چشمی

اگر دستر خوان پر کسی فقیر کی صدا کانوں میں پہنچ جاتی تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو اٹھوا دیتے اور خود روزہ سے دن گذار دیتے ایک مرتبہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی ابھی دستر خوان چنا ہی گیا تھا کہ ایک فقیر نے صدا لگائی فرمایا فقیر کو دے دو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہیں دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس کے لئے اس کو نہ دیا، اور کھانے کے عوض نقدی فقیر کو دیکر واپس کیا تب آپ نے تناول فرمایا۔

ایک مرتبہ بیمار پڑے کھانے کے لئے انگور کے چند دانے خریدے گئے ایک سائل آیا حکم دیا انگور دیدو، لوگوں نے عرض کیا آپ اس کو کھا لیجئے اس کو دوسرے دیدیے جائیں گے فرمایا نہیں یہی دیدو، مجبوراً وہی دینے پڑے اور دیکر پھر اس سے خریدے گئے، آپ کا یہ سلوک ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے، چنانچہ جب دستر خوان پر بیٹھے کوئی خوش پوش اور خوشحال دکھائی پڑتا تو نہ بلاتے، لیکن آپکے بھائی اور لڑکے وغیرہ اس کو بٹھا لیتے اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلاتے ہیں اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجت مند ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔　　سیر الصحابۃ (۴۰/۳) بحوالہ طبقات ابن سعد (۱۲۲/۴)

(قصہ ۸۸) ﴿مہمانی، تین دن ہوتی ہے﴾

فقراء و مساکین کے علاوہ آپ کے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم برستا تھا، اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے پاس چلی جاتی تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے، عطاء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لیے، جب ادا کیے تو دو سو زیادہ آئے میں نے واپس کرنا چاہا تو کہا تمہیں لے لو، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی جب واپس کی تو مقروض کے درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کیے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہموں سے زیادہ کھرے ہیں فرمایا عمداً ایسا کیا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دیتے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے ان کو ان لوگوں سے قرض لیکر دیئے، جن کو پہلے دے چکے تھے، اقامت کی حالت میں بھی اکثر روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی مہمان آجاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے، اصول یہ ہے جہاں مہمان جائے ۳ دن کی مسنون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ جاتے تو عبداللہ بن خالد کے گھر ٹھہرتے تھے، لیکن ۳ دن کے بعد اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے۔ سیر الصحابۃ (۴۱/۳) بحوالہ طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ

(قصہ ۸۹) ﴿باپ کے احباب سے صلہ رحمی﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور سواری کا گدھا اور سر کا عمامہ اتار کر اس کو دے دیا۔ ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھ کر بولے خدا آپ کو صلاحیت دے یہ اعرابی تو معمولی چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی فرمایا ان کے والد میرے والد کے دوست تھے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔ سیر الصحابۃ (۴۱/۳)

(قصہ۹۰) ﴿اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے﴾

اس فیاضی کے ساتھ حد درجہ بے نیاز اور زاہد واقع ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے تو آپ قبول نہ کرتے، عبدالعزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھ کو دیا کریں ان کو جواب میں لکھا کہ جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے ان کی امداد کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے مراد سے لینے والا ہے۔

سیر الصحابۃ (۴۱/۳)

(قصہ۹۱) ﴿اہل بیت سے محبت﴾

آنحضرت ﷺ کی محبت ان کا سرمایہ حیات اور جان حزیں کی تسکین کا باعث تھی، آپکی وفات کے بعد ایسے شکستہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا، وفات نبوی ﷺ کے بعد جب آپکا ذکر آتا تو بے اختیار رو پڑتے، جب سفر سے لوٹتے تو روضہ نبوی ﷺ پر حاضر ہو کر سلام کہتے ذات نبوی ﷺ کے ساتھ اس شیفتگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آل اطہار سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا عراقی، فرمایا لوگو! ذرا اس کو دیکھنا یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے جن کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے باغ دنیا کے دو پھول ہیں۔

رواہ البخاری (۸۸۶/۲)

(قصہ۹۲) ﴿حضور ﷺ کے منسوبات سے محبت﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی محبت آل اطہار رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ جس چیز کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی اس سے آپ کو وہی شغف تھا، آنحضرت ﷺ کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کو پانی

دیتے تھے کہ خشک نہ ہو جائے مدینۃ الرسول ﷺ سے اس درجہ محبت تھی کہ تنگی کی حالت میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو سمجھایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا قیامت میں میں اس کا شفیع ہوں گا۔

مسند احمد بن حنبل (۲/۱۱۳)

آج ہم بھی حضور ﷺ کی محبت کی دعویدار ہیں۔ لیکن ہمارے دعوے محض زبان تک محدود ہیں ہمارے اعمال حضور ﷺ کی محبت سے خالی نظر آتے ہیں۔ حضور ﷺ سے محبت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آپ کے افعال واقوال کی پیروی کی جائے۔ کیونکہ محبت، محبوب کی اتباع کا تقاضا کرتی ہے۔

تعصی الالہ و انت تزعم حبہ
ھذا محال فی القیاس بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعتہ
ان المحب لمن یحب یطیع

''تو اللہ کی محبت کا گمان کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا۔ یہ بات تو بالکل ناممکن ہے اگر تو اپنی محبت میں سچا ہوتا تو اللہ کی اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا ہمیشہ محبوب کا مطیع اور فرماں بردار ہوتا ہے''

رسول ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت حقیقی تھی جس میں اتباع و اطاعت کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔

(قصہ۹۴) چرچا بادشاہوں میں تیری بے نیازی کا

حق گوئی و بے باکی ہمیشہ سے علماء اسلاف کا شعار رہی ہے۔ اہل حق نے کبھی باطل کی غلامی قبول نہ کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی انہی مجاہدین اسلام میں سے تھے۔ آپ بنی امیہ کے جابرانہ طرز عمل پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حجاج کے مظالم سے دنیائے

اسلام تنگ آ گئی تھی مگر کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے خوف و خطر حق بات اس کے منہ پر کہہ دیتے ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے آپ نے فرمایا یہ خدا کا دشمن ہے اس نے حرم الٰہی کو رسوا کیا بیت اللہ کو تباہ کیا اور اولیاء اللہ کو قتل کیا، ایک مرتبہ حجاج نے دوران خطبہ کہا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلام اللہ میں تغیر و تبدل کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ تو جھوٹ بکتا ہے نہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اتنی طاقت ہے اور نہ تیری یہ مجال ہے۔

مرض الموت میں جب حجاج عیادت کو آیا اور انجان بن کر کہا کاش زخمی کرنیوالے کا مجھ کو علم ہو جاتا تو بگڑ کر کہا کہ وہ تمہارا نیزہ تھا، حجاج نے پوچھا یہ کیسے فرمایا تم نے ایام حج میں لوگوں کو مسلح کیا اور حرم محترم میں ہتھیاروں کو داخل کیا پھر پوچھتے ہو کس نے زخمی کیا۔

ایک مرتبہ حجاج مسجد میں خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت آخر ہو گیا آپ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جا رہا ہے تقریر ختم کرو اس نے نہ سنا دوبارہ پھر کہا اس مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا تیسری مرتبہ پھر کہا تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا اگر میں اٹھ جاؤں تو تم بھی اٹھ جاؤں گے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ یہ کہہ کر کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہیں ہے اٹھ گئے اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا اور نماز پڑھی اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا کہا کہ ہم لوگ نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں اس لئے جب نماز کا وقت آ جائے، اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہئے نماز کے بعد جس قدر تمہارا دل چاہے تقریر کرتے رہا کرو۔ طبقات ابن سعد (۱/۱۱۷)

(قصہ ۹۴) ﴿حقوق انسانیت کا احترام﴾

اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بے جا عظمت ظاہر ہو مٹا دیا، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مساوات کا عملی نمونہ تھے وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات میں فرق آتا ہو ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ جہاں لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے وہاں نہ بیٹھتے اپنے غلاموں کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا اور ان کو عزت

نفس کی تعلیم دیتے تھے، عام دستور تھا کہ غلام تحریر میں پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا انہوں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جب مجھے کو خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھو، غلاموں کو دستر خوان پر ساتھ بٹھاتے، ایک مرتبہ دستر خوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اس کو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا، غلاموں کے کھانے پینے کا خیال بال بچوں کی طرح رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں کے کھانے میں تاخیر ہوگئی، خانساماں سے پوچھا غلاموں کو کھانا کھلا دیا، اس نے نفی میں جواب دیا برہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلا دو انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلاموں کے خورد و نوش کا خیال نہ رکھے غلاموں کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے اور نہ کبھی ان کو مار پیٹ کرتے تھے اگر کبھی غصہ کی حالت میں ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اس کو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے۔

سالم کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہیں کی ایک مرتبہ غصہ میں الع کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی اور فرمایا "میں ایسی بات زبان سے نکال رہا ہوں، جو نہ نکالنی چاہیے" ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو آزاد کر دیا۔ رواہ مسلم (۱۲۵/۲)

(قصہ ۹۵) ﴿ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق کریمانہ﴾

اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفت نہ ہوگی اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا، ابن عمر رضی اللہ عنہ میں یہ صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں، اپنی تعریف سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی تعریف سننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک ڈالا کرو، اپنے لئے معمولی انسانوں سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سبط ہو تم وسط ہو فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے اور امت وسط پوری امت محمدی ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہیں، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے تو جھوٹا ہے، بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو

سلام کرتے بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے۔ طفیل بن کعب جو روزانہ صبح وشام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا امتیاز تاجر مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا آپ بازار کیوں جاتے ہیں حالانکہ نہ خرید وفروخت کرتے ہیں، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہیں، فرمایا صرف لوگوں کو سلام کرنیکی غرض سے۔ اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے، تواضع کا ایک مظہر حلم بھی ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیاں دینی شروع کیں، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں اور میرے بھائی عالی نسب ہیں، پھر خاموش ہو گئے۔ الاصابۃ (۴/۱۰۸)

طوفان سے کھیلے ہیں تو موجوں میں پلے ہیں
تب گوہر شہوار کے سانچے میں ڈھلے ہیں
ہر بزم درخشاں رہی تاباں رہی ہم سے
ہر بزم میں ہم شمع کی صورت سے جلے ہیں

(قصہ ۹۶) لوگوں کی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت

اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگوں میں آپ کو محبوبیت حاصل تھی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر چاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا چاہوں تو اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

طبقات ابن سعد (۴/۱۲۴)

(قصہ ۹۷) اہل مدینہ کی دعوت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دعوت وغیرہ میں عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستر خوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی اور مجھ سے کہا مدینہ والوں کو مدعو کر

آؤ، میں نے عرض کیا کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، روٹی تک تو ہے نہیں'' فرمایا بس خدا تم کو بخشے گوشت موجود ہے شوربہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا، کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا۔ سیر الصحابۃ (۴۷/۳) بحوالہ طبقات ابن سعد)

(قصہ ۹۸) ﴿خط لکھنے کا مسنون طریقہ﴾

آنحضرت ﷺ کے وقت سے خط لکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب بسم اللہ کے بعد اپنا نام لکھتا پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتا کہ ''منجانب فلاں الی فلاں'' ہے۔ لیکن خلفائے بنو امیہ نے جہاں اور بدعات رائج کیں وہاں اس طریقہ کو بھی بدل دیا اور اظہار ترفع کے لئے یہ طریقہ رائج کیا کہ خط میں پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے، پھر بھیجنے والا اپنا نام تحریر کرے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خودداری اس کو گوارا نہیں کرسکتی تھی، اس لئے انہوں نے جو بیعت نامہ لکھا اس میں اسی سابق طریقہ پر ''من عبداللہ بن عمر الی عبداللہ بن مروان'' لکھا۔ اس تحریر کو دیکھ کر درباریوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ ابو عبدالرحمٰن کی ذات سے اتنا بھی بہت غنیمت ہے۔ سیر الصحابۃ (۴۵/۳)

(قصہ ۹۹) ﴿ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے بیٹے سے ناراضگی﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا:

''لاتمنعوا اماء الله عن المساجد''

''عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو''

یہ ارشاد سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادہ (جن کا نام ''بلال بن عبداللہ'' ہے) نے عرض کیا ''ہم تو اجازت نہیں دے سکتے'' (کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر آزادی اور فساد و آوارگی کا بہانہ بنالیں گی) صاحبزادہ کی اس جرات پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ناراض ہوئے اور انہیں بہت برا بھلا کہا اور فرمایا ''میں حضور ﷺ کا ارشاد سناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے'' اس کے بعد اس صاحبزادے سے ہمیشہ کے لئے بولنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی اس سے بات نہیں کی۔ (رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان سے حقوق شریعت اور حدود الہیہ کی حفاظت یا کسی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے قطع تعلقی اختیار کی جائے تو شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ یہ عمل حضور ﷺ کے اس حکم کے ذیل میں نہیں آتا:

''لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث''

''کسی مسلمان کے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے'' (رواہ الترمذی)

اگر دنیاوی مقاصد یا نفسانی جذبات کی وجہ سے کسی مسلمان سے قطع تعلقی کرے تو یہ جائز نہیں ہے۔

مسجد میں عورتوں کی نماز کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی مختلف آراء رہی ہیں۔ بعض حضرات تو حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کی وجہ سے اس کی اجازت دیتے تھے لیکن بہت سے اکابر صحابہ کا مسلک یہ تھا کہ فساد بڑھ جانے کے بسبب اب عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھ لیتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔ حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانہ کے زیادہ بعد کا نہیں ہے۔

حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصہ مشہور ہے کہ ان کے کئی نکاح ہوئے جن میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کا یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اگر ان کو پسند نہیں تو روک دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔ ان کو بھی یہ چیز گراں تھی لیکن حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے روکنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ پس ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے جس راستہ سے جاتی تھیں وہاں بیٹھ گئے۔ جب پاس سے گزریں تو ان کو چھیڑا۔ خاوند ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے تو جائز تھا لیکن حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اندھیرے کی وجہ سے معلوم نہ ہوسکا کہ کون ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جانا چھوڑ دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا مسجد میں

جانا کیوں چھوڑ دیا؟ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا۔

(قصہ ۱۰۰) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست وحاضر جوابی﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:
''نماز میں مقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی لیکن کہیں بھی مسافر کی نماز کا ذکر نہیں ہے؟''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''برادرزادہ: اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔ ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے، بس جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہ کریں گے''

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام کا منشا یہ تھا کہ ہر مسئلہ کا صراحۃً قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں۔ عمل کے لئے حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہو جانا کافی ہے۔

(فضائل اعمال،ص:۱۲۱)

(قصہ ۱۰۱) ﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات یومیہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس مسجد نبوی میں صبح سے چاشت تک مستقل طور پر منعقد ہوتی تھی جس میں آپ قبلہ رخ بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے، ان کے غلام و ترجمان حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

انه كان يجلس في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين يرتفع الضحى ويصلي ثم ينطلق الى السوق فيقضي حوائجه ثم يجيئ الى اهله فيبدأبا لمسجد فيصلي ركعتين ثم يدخل بيته.

''ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد نبوی میں چاشت کے وقت بیٹھتے تھے۔ اس وقت نماز چاشت نہیں پڑھتے تھے (بلکہ درس دیتے تھے) پھر اٹھ کر بازار جاتے اور اپنی ضروریات پوری کرکے واپسی پر مسجد

نبوی ﷺ میں آ کر دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد اپنے مکان
میں داخل ہوتے تھے''

حضرت نافع نے اس موقع پر اپنا دایاں پیر بائیں پر رکھ کر بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس درس میں عام طور سے اس طرح بیٹھا کرتے تھے۔

خیر القران کی درس گاہیں، ص: ۲۰۰ بحوالہ طبقات ابن سعد (۱۴۷/۴)

(قصہ ۱۰۲) شاگردوں کی اصلاح کا اہتمام

محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ میں ایام جوانی میں مسجد نبوی میں پڑا رہتا تھا اور جس طرف آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسجد میں آنے کا راستہ تھا وہیں نماز پڑھتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورج ڈھلنے کے بعد گھر سے نکل کر مسجد میں آتے تھے اور بارہ رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا ''تم کون ہو؟'' میں نے اپنا نسب بیان کیا تو فرمایا ''تمہارے دادا مہاجرین حبشہ میں سے تھے'' یہ سن کر حاضرین مجلس میری تعریف و توصیف کرنے لگے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

(خیر القرآن کی درس گاہیں، ص: ۲۰۰ بحوالہ تاریخ کبیر ج اقسم اص ۳۳)

(قصہ ۱۰۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تعلق خاطر

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی:

ماکان نبی الاله حواریون یهتدون بهدیه

''ہر نبی کے ایسے ساتھی ہوتے ہیں جو اس کے نظام ہدایت کی
پیروی کرتے ہیں''

یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے لاعلمی کی وجہ سے اظہار عدم معرفت کیا۔ بعد میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مقام قناۃ میں آئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ مجھے

اپنے ساتھ لے کر ان کے پاس گئے۔ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اسی طرح یہ حدیث بیان کر دی اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہو گئے۔

(خیر القرون کی درس گاہیں، ص:۲۰۲)

(قصہ ۱۰۴)　﴿اہل یمن کی ایک فضیلت﴾

قاسم بن مخیمر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے نہایت انشراح کے ساتھ میرا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر یہ آیت پڑھی:

"مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" (المائدۃ: ۵۴)

"جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے مومنین پر نرم اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے"

اور پھر میرے مونڈے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ واللہ وہ قوم تم ہی اہل یمن میں سے ہو گی جو مرتدوں کا قلع قمع کرے گی۔ یہ بات بار بار کہتے رہے۔

(خیر القرون کی درس گاہیں، ص:۲۰۳ بحوالہ تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص ۳۸۶)

(قصہ ۱۰۵)　﴿اکابرین سے قلبی تعلق وعقیدت﴾

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام سالم کیوں رکھا ہے؟

میں عرض کیا "نہیں"

فرمایا "سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے نام پر! تم کو معلوم ہے کہ میں نے پانے بیٹے کا نام واقد کیوں رکھا ہے؟"

میں نے عرض کیا "نہیں"

فرمایا "واقد بن عبداللہ یربوعی کے نام پر، تم و معلوم ہے میں نے اپنے بیٹے کا نام

عبداللہ کیوں رکھا ہے؟''

میں نے عرض کیا ''نہیں''

فرمایا ''عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام پر''

(خیر القرون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۵)

(قصہ ۱۰۶) ﴿حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتہ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیا کرتہ پہنا پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا ''اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو'' چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستینوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (جو چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لئے) آستین کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہوگیا۔ میں نے ان سے عرض کیا ''اے ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں قینچی سے برابر کردوں'' انہوں نے فرمایا ''اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے'' چنانچہ وہ کرتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر اسی طرح رہا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ اس کے دھاگے پاؤں پر گرتے ہوئے دیکھے۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۴۵)

(قصہ ۱۰۷) ﴿سفر آخرت﴾

۷۴ھ میں جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بجھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چبھ گئی۔ یہ زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا اور یہی زخم ان کی وفات کا باعث ہوا۔

عام مورخین کا خیال ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ حجاج کے اشارہ سے آپ کو زخمی کیا گیا تھا۔ البتہ اس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔

مستدرک الحاکم کی روایت یہ ہے کہ حجاج نے جب خانہ کعبہ میں منجنیق نصب کروائی اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا تو اس کا یہ فعل شنیع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت ناپسند ہوا۔

آپ نے اس کو بہت برا بھلا کہا، حجاج غضبناک ہوگیا اور اس کے اشارے سے شامیوں نے زخمی کردیا۔ (مستدرک حاکم ۵۵۷/۳)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہی کہ عبدالملک نے حجاج کو ہدایت کی تھی کہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت نہ کرے یہ حکم اس پر بہت شاق گذرا، لیکن حکم عدولی بھی نہیں کرسکتا تھا، اس لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور آپ کو زخمی کرادیا۔ تہذیب التہذیب (۳۳۰/۵)

طبقات ابن سعد کی روایت کچھ اس طرح ہے:

''ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اتہام لگایا کہ انہوں نے نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تردید کی اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے نہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علانیہ کوئی برابر برتاؤ نہیں کرسکتا اس لیے خفیہ انتقام لیا'' (طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ)

ابن خلکان اور اسد الغابۃ میں اس کے علاوہ اور روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک دن حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہیں کرسکتا۔ حجاج نے کہا ''جی میں آتا ہے کہ تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں'' فرمایا ''تجھ کوتاہ بین سے کچھ بعید نہیں''۔

دوسری روایت میں ہے کہ عبدالملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام حجاج مناسک حج میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء کریں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفات اور دوسرے مواقف سے حجاج بن یوسف کا انتظار کئے بغیر بڑھ جاتے تھے۔ حجاج کی فرعونیت کیا اس کو گوارہ کرتی مگر عبدالملک کے حکم سے مجبور تھا۔ اس لئے آپ کی جان کا خواہاں ہوگیا۔
ابن خلکان (۲۴۲/۱) واسد الغابۃ (۲۳۰/۳)

اگرچہ ان روایتوں کی صورت واقعہ میں اختلاف ہے مگر تضاد نہیں، اس لئے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تمام واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے

مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کی نہیں چلتی اور وہ اس کو مطلق دھیان میں نہیں لاتے تو اخیر میں آپ کا قصہ ختم کر دینے کا فیصلہ کرلیا، لیکن علی الاعلان وہ آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس لئے یہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے زہر آلود نیزہ سے آپ کے پاؤں میں خراش دے دیں اس ازدحام میں زخمی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہو سکے گا اور خوب کے اثر آپ کی موت بھی واقع ہو جائے گی، چنانچہ تقدیر الٰہی میں یہی لکھا تھا۔

جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عیادت کے لئے آیا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کاش مجھے ملزم کا پتہ چل جاتا تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔ آپ نے فرمایا ''تم ہی نے یہ سب کیا اور پھر کہتے ہو کہ میں مجرم کو قتل کر دیتا۔ نہ تم حرم میں اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے نہ یہ واقعہ پیش آتا۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

ہر لب پہ یہ سوال ہیں ان کا جواب دو
غارت گرانِ خونِ شہیداں جواب دو

(مستدرک حاکم ۵۵/۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں وفات پانے کی بہت تمنا تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو دعا کرتے تھے کہ خدایا! مجھ کو مکہ میں موت نہ دے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سالم کو وصیت کی کہ اگر میں مکہ ہی میں مر جاؤں تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی ہے اسی کی پیوند خاک ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ وصیت کے چند دنوں بعد سفر آخرت کیا اور علم و عمل اور اتباع سنت کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔

ایک طوفان طلب روح میں پیدا کر کے
چھپ گئے آپ کہاں؟ حشر یہ برپا کر کے
اجنبی میں ہوں زمانے سے زمانہ مجھ سے
عشق نے چھوڑ دیا ہے مجھے تنہا کر کے

وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا مگر حجاج نے مداخلت کر کے خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور مجبوراً مہاجرین کے ''فخ'' نامی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

ملخص از سیر الصحابۃ (۱۶/۲۔۱۸)

گم ہوگیا تو منزل ذوق طلب ملی
منزل کی جستجو میں تو بھٹکا ہوا تھا میں
بازار میں کہیں میری قیمت نہ لگ سکی
کیفی سبب یہ ہے کہ در بے بہا تھا میں

تمت بالخیر

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

از قلم

محمد اویس سرور

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

یکم اپریل ۲۰۰۷ء

فہرس المراجع

الصحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ
الصحیح لمسلم	مسلم بن الحجاج القشیریؒ
السنن لابی دائود	سلیمان بن اشعث السجستانیؒ
الجامع للترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ
السنن لابن ماجه	محمد بن یزید القزوینیؒ
کنز العمال	احمد علی المتقیؒ
تفسیر ابن کثیر	امام ابن کثیرؒ
مستدرک الحاکم	امام حاکم شهیدؒ
المسند احمد	احمد بن حنبلؒ
الموطا للامام مالک	مالک بن انس الاصبحیؒ
الترغیب و الترهیب	اسماعیل بن محمد اصفهانی ابن قوامؒ
حلیة الاولیاء	ابونعیم الاصفهانیؒ
حیاة الصحابة	محمد یوسف الکاندهلویؒ
الاصابة	ابن حجر العسقلانیؒ
تهذیب التهذیب	ابن حجر العسقلانیؒ
اسد الغابة	ابن الاثیرؒ
طبقات ابن سعد	امام ابن سعدؒ
اعلام بالموقعین	ابن القیم الجوزیهؒ
جامع العلم	ابن عبدالبرؒ
سیر الصحابۃ	مولانا شاہ معین الدین ندویؒ
فضائل اعمال	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
خیر القران کی درس گاہیں	قاضی اطہر مبارکپوریؒ